9 محرم الحرام 1441ھ | ستمبر 2019ء

مسئلہ کشمیر، صورتِ حال گھمبیر

- لندن میں ثقافتی سرگرمیوں کے نام پر قادیانی ''شر'' گرمیاں
- 7 ستمبر یوم تحفظ ختم نبوت، یوم قرارداد اقلیت (1974 - 2019)
- قادیانیوں کی نئی حکمت عملی اور ہمارا کردار
- سلامتی کونسل اجلاس کا جشن کب تک؟
- امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ
- شہیدِ غیرت، حضرت حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما

جلد 30 شمارہ 09 ستمبر 2019 / محرم الحرام 1441ھ

Regd.M.NO.32

فیضانِ نظر
حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ

زیرِ نگرانی
ابن امیر شریعت حضرت پیرجی سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم

مدیر مسئول
سید محمد کفیل بخاری
kafeel.bukhari@gmail.com

رفقاء فکر
عبداللطیف خالد چیمہ • پروفیسر خالد شبیر احمد
مولانا محمد مغیرہ • ڈاکٹر عمر فاروق احرار
قاری محمد یوسف احرار • میاں محمد اویس
سید عطاء اللہ ثالث بخاری
سید عطاء المنان بخاری
atabukhari@gmail.com
محمد نعمان سنجرانی

سرکولیشن منیجر
محمد یوسف شاد
0300-7345095

زرِ تعاون سالانہ
اندرون ملک ------ 300/- روپے
بیرون ملک ------ 5000/- روپے
فی شمارہ ------ 30/- روپے

ترسیلِ زر بنام: ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوت
بذریعہ آن لائن اکاؤنٹ نمبر: 1-5278-100
بینک کوڈ 0278 یو بی ایل ایم ڈی اے چوک ملتان

تشکیل

رابطہ

دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان
☎061-4511961

www.ahrar.org.pk
www.alakhir.com
majlisahrar@hotmail.com
majlisahrar@yahoo.com

شعبۂ تبلیغ تحفظِ ختمِ نبوۃ مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان

مقامِ اشاعت: دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان ناشر: سید محمد کفیل بخاری طابع: تشکیل نو پرنٹرز

Dar-e-Bani Hashim, Mehrban Colony, Multan.(Pakistan)

دل کی بات

مسئلہ کشمیر، صورتِ حال گھمبیر

سید محمد کفیل بخاری

وزیر اعظم عمران خان نے قوم سے خطاب کرتے ہوئے کہا:

''دنیا ساتھ دے نہ دے، ہم کشمیر کے ساتھ ہیں۔ مایوس ہونے کی ضرورت نہیں، فوج تیار ہے، ہر حد تک جائیں گے۔ مودی کی غلطی سے کشمیریوں کو آزادی حاصل کرنے کا موقع مل گیا۔ سوا ارب مسلمان اقوامِ متحدہ کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ انڈیا نے آخری حربہ استعمال کرلیا، اب جو کریں گے ہم کریں گے۔ کچھ اسلامی ممالک کی تجارتی مجبوریاں ہیں، جو آج ساتھ نہیں، کل وہ بھی ساتھ ہوں گے۔ قوم جمعہ کو دوپہر **12** بجے آدھے گھنٹے کے لیے باہر نکلے اور کشمیریوں پر بھارتی ظلم وتشدد کے خلاف یک زبان ہوکر آواز بلند کرے''۔ (**26**/ اگست **2019**ء کو قوم سے خطاب کا خلاصہ)

5/ اگست 2019ء کو انڈین حکومت نے اپنے آئین کے آرٹیکل 370 اور 35۔اے کو ختم کر کے مقبوضہ کشمیر کو ہندوستان میں ضم کردیا۔ اس طرح کشمیر کو جو خصوصی حیثیت حاصل تھی، وہ ختم ہوگئی۔ یہ اقدام اچانک نہیں ہوا بلکہ بی جے پی کے انتخابی منشور میں یہ بات شامل تھی جسے مودی حکومت نے پورا کردیا۔

وزیر اعظم جناب عمران خان نے کشمیر بارے نریندر مودی کے انتخابی نعرے سے آگاہ ہونے کے باوجود مجرمانہ غفلت کا ارتکاب کیا۔ بھارتی عام انتخابات کے موقع پر مودی کی کامیابی کی دعا اور مسئلہ کشمیر کے حل کی امید وابستہ کی تھی اور انتخابات میں کامیابی کی مبارک باد بھی دی تھی۔ جب اُن کے دورۂ امریکہ کے فوری بعد بھارت نے پاکستان کی شہ رگ کاٹ کر مقبوضہ کشمیر کو بھارت میں ضم کیا تو خان صاحب نے کشمیر کی آزادی کا علم بلند کردیا۔ آج دنیا کے ساتھ نہ دینے کے باوجود مظلوم کشمیریوں کے غم میں گھلے جارہے ہیں اور قوم کو مایوس نہ ہونے کا درس دے رہے ہیں۔ مودی نے اقتدار سنبھالتے ہی دنیا میں لابنگ کی اور آپ خاموش تماشائی بنے رہے۔ ہماری بہادر افواج جغرافیائی سرحدوں کی حفاظت کے لیے ہمیشہ چوکس رہی ہیں اور اب بھی تیار ہیں۔ سوال تو یہ ہے کہ حکومت کیا کرتی رہی اور اب کیا کررہی ہے؟ کشمیری تو اپنی آزادی کی جنگ 72 سال سے لڑ رہے ہیں اور لڑتے رہیں گے۔ مودی کی غلطی سے وہ کتنی کامیابی حاصل کرتے ہیں؟ اب یہ انہی پر منحصر ہے۔ لیکن پاکستان سے اُنھیں جو امیدیں وابستہ تھیں بظاہر وہ دم توڑ گئی ہیں۔ سوا ارب مسلمان تو 1945ء سے اقوامِ متحدہ کو دیکھ رہے ہیں۔ آج تک کسی مسلمان ملک کا مسئلہ حل کیا، جو اب مسئلہ کشمیر حل کرے گی۔

وزیر اعظم نے جن اسلامی ملکوں کی تجارتی مجبوریوں کا ذکر فرمایا ہے، مسلم اُمّہ کے مفادات کبھی اُن کے پیشِ نظر نہیں رہے۔ عرب امارات اور بحرین نے نریندر مودی کو اپنے ملک کے سِوَل اعزازات سے عین اس وقت نوازا جب

مقبوضہ کشمیر میں بے گناہ انسانوں کو قتل کیا جا رہا ہے اور عورتوں کی عزتیں پامال ہو رہی ہیں، مودی کو اعزاز بھی دیا اور ''شیخ زید مسجد'' ابوظہبی کا ''ایمان افروز'' دورہ بھی کرایا۔ مودی تو سعودی عرب سے بھی اعزازی میڈل وصول کر چکا ہے۔ کیا ہم عربوں سے بھیک ہی مانگتے رہیں گے؟

ہماری خارجہ پالیسی کیا ہوئی جس کے تحت ہم نے

☆ ووٹ دے کر بھارت کو سلامتی کونسل کا رکن بنوایا ☆ کرتار پور بارڈر کھولا

☆ ابھی نندن کو فوری واپس بھیجا ☆ سیالکوٹ میں مندر کھولا

☆ مسلمانوں کے قاتل رنجیت سنگھ کا مجسمہ نصب کیا

☆ کشمیریوں پر ظلم کے دوران بھارتی گلوکاروں کو ویزے دے کر بلوایا، گورنر نے استقبال کیا اور پھر کشمیری شہداء کی لاشوں پر محفلِ موسیقی سجائی

☆ دورۂ امریکہ میں موقع ملنے کے باوجود پاکستان کی بیٹی عافیہ صدیقی کی رہائی پر بات تک نہ کی، جبکہ آسیہ ملعونہ کو آزاد کر دیا ☆ قاتل ریمنڈ ڈیوس آزاد کیا اور کرنل جوزف پاکستانی کو قتل کر کے فرار ہو گیا

ڈونلڈ ٹرمپ کی ثالثی کی پیشکش پر آپ بغلیں بجاتے اور پھولے نہ سماتے۔ مودی نے تب بھی اس پیش کش کو مسترد کیا اور آج بھی ٹرمپ سے ملاقات میں وہی آموختہ دہرایا۔

مودی نے ٹرمپ سے کہا کہ:

''ثالثی کی ضرورت نہیں، کشمیر کا مسئلہ پاکستان سے بات کر کے حل کر لیں گے''۔

ٹرمپ نے کہا: ''امید ہے کہ پاکستان اور بھارت اپنے اختلافات آپس میں حل کر لیں گے''۔

پھر دونوں نے ہاتھ پر ہاتھ مارا اور مسئلہ کشمیر قہقہوں میں اڑا دیا۔ سچ فرمایا: الكفر ملة واحدة ۔ تمام کفر آپس میں متحد ہے۔

کشمیر سے متعلق اقوام متحدہ کی قراردادیں سرد خانے میں فریز ہیں اور تازہ بھاشن بھی یہی ہے کہ دونوں ممالک مذاکرات کے ذریعے اپنے مسائل حل کریں۔

وزیراعظم فرماتے ہیں قوم باہر نکلے۔ قومیں تب باہر نکلتی ہیں، جب کوئی لیڈر قیادت کر رہا ہو۔ معاف کیجیے! آپ لیڈر نہیں، کسی حادثے کا نتیجہ ہیں۔ ساری قوم سے لڑ رہے ہیں اور دشمن سے امیدیں لگائے بیٹھے ہیں۔ قوم تو کشمیریوں کے ساتھ ہے، ان کے غم میں شریک ہے، اُن کی جدوجہد کو سلام پیش کرتی ہے اور اُن کی مکمل حمایت کرتی ہے، لیکن آپ کے اقدامات اور ''کارنامے'' قومی جذبات کے عکاس نہیں۔ آپ کی ایک سالہ ''قومی خدمت'' نے قوم کو کسی قابل چھوڑا ہے؟ مظلوم کشمیری 23 دنوں کے طویل ترین کرفیو کی وجہ سے گھروں میں قید، بنیادی انسانی حقوق سے محروم ہیں۔ خوراک نہ علاج، صورتِ حال گھمبیر ہو گئی ہے، لیکن پوری دنیا میں سناٹا ہے۔ کشمیریوں کے پاس آخری سہارا اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ اللہ سے دعا ہے کہ مظلوم کشمیریوں کی مدد فرمائے اور انھیں آزادی نصیب کرے۔

لندن میں ثقافتی سرگرمیوں کے نام پر قادیانی ''شر'' گرمیاں

عبداللطیف خالد چیمہ

برطانوی سامراج نے مرزا غلام قادیانی کو دین اسلام میں نقب زنی کے لیے کھڑا کیا تھا اور جھوٹی نبوت کے لیے جھوٹ کا سہارا ان کا پیشہ ہے۔ مرزا عطاء الحق (المعروف اے حق) جو برطانیہ اور خصوصاً لندن میں ''فراڈیے'' کے نام سے مشہور ہے وہ یہاں کے کلچر کے عین مطابق مختلف ایوارڈ شوز کے نام پر دھوکہ دہی میں اپنی شہرت آپ رکھتا ہے۔ گزشتہ دنوں اس نے پاکستانی فنکاروں کا لندن میں ایک شور کھا جو بوجوہ کئی اعتبار سے بدنامی کا باعث بنا اور اس کے قصے زبان زد خاص و عام ہیں۔ حد یہ ہے کہ اچیومنٹ ایوارڈ کے نام پر یہ شخص لندن کی مسلم کاروباری شخصیات سے خطیر رقمیں بٹورتا ہے اور پھر بے خبر مسلم حلقوں میں کفر وارتداد کی تبلیغ کر کے قادیانیت کے نرغے میں لانے کے لیے کوشاں رہتا ہے۔ سفارتی سیاحتی اور معاشرتی حلقے اس کا خصوصی ٹارگٹ ہوتے ہیں۔ مرزا مسرور کا فنکار مہرہ ہے جو سماجی وثقافتی تعلقات کے ذریعے اسلام اور پاکستان کو بدنام کرنے کا کوئی موقع بھی ہاتھ سے جانے نہیں دیتا۔ بعض اطلاعات کے مطابق سابق سفیر واجد شمس الحسن کے دور میں اس کو تقویت ملی اور موجودہ پاکستانی سفیر نفیس زکریا لندن میں قادیانیت کی ترویج کا خاص ذریعہ بنے ہوئے ہیں۔ اے حق کے اس ایونٹ میں کچھ پردہ نشینوں کے نام بھی آتے ہیں۔ انہیں ضرور غور کرنا چاہیے کہ وہ اسلام، ختم نبوت اور پاکستان کے علانیہ دشمنوں اور اکھنڈ بھارت کے حامیوں کے ہاتھوں استعمال نہ ہو بلکہ پاکستان کے امیج کو پراپیگنڈہ مہم کے ذریعہ خراب کرنے والوں کا محاسبہ ان کی ذمہ داری بھی ہے اور منصب سفارت کا تقاضا بھی۔ پھر ایسے حالات میں جبکہ کشمیر میں خون کی ہولی کھیلی جارہی ہے ایسے میں بین الاقوامی سطح پر جس لابنگ کی ضرورت ہے وہ نہیں ہو پارہی اور قادیانی جماعت 1930ء سے ہنوز مسئلہ کشمیر کو خراب کرنے میں اپنا کردار ادا کررہی ہے۔ ان حالات میں اور زیادہ ضروری ہوگیا ہے کہ بیرون ممالک سفارت خانے اسلام و وطن دشمن عناصر کی سرکوبی میں اپنا مؤثر کردار ادا کریں۔

7 ستمبر یوم تحفظ ختم نبوت، یوم قرارداد اقلیت (2019-1974)

آج سے پینتالیس سال قبل 7 ستمبر 1974 کو پاکستان کی قومی اسمبلی نے طویل بحث وتمحیص کے بعد ایک آئینی قرارداد کے ذریعے لاہوری قادیانی مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا۔ یہ کام بھٹو مرحوم کے دور اقتدار میں بلکہ ان کے ہاتھوں سے ہوا جبکہ صدر ضیاء الحق مرحوم نے 26 اپریل 1984 کو امتناع قادیانیت آرڈیننس کے ذریعے قادیانیوں کو اسلامی شعائر کے استعمال سے قانوناً روک دیا بعدازاں یہ آرڈیننس تعزیرات پاکستان کا حصہ بنا۔ اس آئینی قرارداد اور قانون

امتناع قادیانیت کو قادیانی جماعت نے نہ صرف ماننے سے انکار کر رکھا ہے بلکہ دنیا بھر میں مخالفانہ مہم زوروں پر ہے۔

بین الاقوامی ادارے اس سلسلہ میں اپنا دباؤ بڑھا رہے ہیں۔ امریکہ، انڈیا، اسرائیل گٹھ جوڑ قادیانیوں کے ذریعے ہماری خود مختاری پر حملہ آور ہیں۔ 22 اگست 2019 جمعرات کو امریکہ کے سفیر برائے بین الاقوامی مذہبی آزادی سیموئیل براؤن بیک نے سلامتی کونسل میں پاکستان پر قادیانیوں سے امتیازی سلوک کا الزام عائد کیا جو صریحاً خلاف واقعہ بلکہ شر انگیز ہے۔ مجلس احرار اسلام اور دینی حلقے اس الزام کو مسترد کر چکے ہیں جبکہ سرکاری سطح پر اس قسم کے الزامات کا کوئی مناسب جواب نہیں دیا جاتا اور موجودہ حکومت میں قادیانی اثر ونفوذ تیزی سے بڑھتا ہوا نظر آرہا ہے جس سے آئین کی اسلامی دفعات سخت خطرے میں ہیں اور قادیانیوں اور قادیانی نواز حلقوں کو کھلی چھٹی دے دی گئی ہے۔ جبکہ ختم نبوت کے کام پر قدغن لگائی جارہی ہے جس کی ایک مثال 5 اگست کو اسلام آباد میں جے یو آئی (س) کی تحفظ ختم نبوت کے مسئلہ پر اے پی سی کو ڈسٹرب کر کے کیا گیا۔ ایسے میں 7 ستمبر کو یوم تحفظ ختم نبوت پہلے سے زیادہ جوش وجذبے کے ساتھ منانے کی ضرورت ہے۔

مجلس احرار اسلام پاکستان اور تحریک تحفظ ختم نبوت کی جملہ ماتحت شاخوں کو ہدایت کی جاتی ہے کہ وہ 7 ستمبر کو شہدائے ختم نبوت اور اکابر احرار کی ارواح کو ایصال ثواب کریں۔ یوم ختم نبوت کی تقاریب اور اجتماعات کو مقامی سطح پر منانے کو یقینی بنائیں اور اس میں علاقائی سطح پر دیگر مکاتب فکر کے حضرات کو بھی مدعو کریں۔ نیز 12,11 ربیع الاول کو چناب نگر کی سالانہ ختم نبوت کانفرنس کی تیاریاں شروع کر دیں اور 27 تا 29 دسمبر کو چناب نگر میں ہی مجلس احرار اسلام کے یوم تاسیس کی نسبت سے 90 سال مکمل ہونے پر تین روزہ اجتماع احرار کے لیے تمام تر توانائیاں صرف کر دیں۔ اللہ تعالیٰ آپ اور ہم سب کے حامی وناصر ہوں۔ آمین یارب العالمین

قادیانیوں کی نئی حکمت عملی اور ہمارا کردار

ڈاکٹر عمر فاروق احرار

سوال یہ ہے کہ یورپی یونین ہو یا امریکہ، انسانی حقوق کی تنظیمیں ہوں، یا مذہبی آزادی کی علمبردار این جی اوز، اِن سب کی آواز صرف قادیانیت ہی کے حق میں کیوں بلند ہوتی ہے، حالانکہ پاکستان میں ایک درجن کے لگ بھگ دیگر اقلیتیں بھی بستی ہیں، جن کے حقوق اور مسائل کو اُجاگر کرنے میں اِن بیرونی قوتوں کو اِس طرح کیوں دل چسپی نہیں ہے، جس طرح وہ قادیانیوں پر مبینہ مظالم اور زیادتی کا نوٹس لیتی ہیں؟

قادیانیت کے موضوع اور تحفظِ ختم نبوت سے دل چسپی رکھنے والے احباب پر یہ حقیقت واضح ہے کہ برطانوی استعمار نے اپنے مخصوص مقاصد کے لیے قادیانیت کو جنم دیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ قادیانیت اور استعماریت میں آج بھی چولی دامن کا ساتھ ہے۔ امریکی سامراج ہو، یا برطانوی استعمار دونوں کا لطف وکرم قادیانی کمیونٹی کو ہمیشہ سے حاصل رہا ہے۔ امریکی صدر ٹرمپ اور قادیانی عبد الشکور چشمے والے کی ملاقات ابھی کل کی بات ہے۔ قادیانیت نے وجود میں آتے ہی مذہب کا لبادہ اوڑھا اور مناظروں اور مذہبی مناقشوں کا بازار گرم کیا، جس کا مقصد اپنی مذہبی حیثیت کو نمایاں کرکے سیاسی عزائم کو چھپانا تھا۔ اِس طرح قادیانیت ایک مذہبی فریق کے طور پر منظرِ عام پر آئی۔ علماء کرام نے عوام کو قادیانیت کے اثرات سے بچانے کے لیے قادیانیوں سے علمی سطح پر مناظرے بھی کیے اور قادیانیت پر اسلام کی برتری اور حقانیت ثابت کی، لیکن ابھی تک اُن کا برطانوی جاسوس اور ایجنٹ ہونے کا کردار پسِ پردہ تھا۔ بیسویں صدی کی تیسری دہائی میں بابائے صحافت مولانا ظفر علی خان نے اپنے اخبار روزنامہ ''زمیندار'' لاہور میں قادیانیت کے سیاسی تعاقب کا آغاز کیا اور نظم ونثر کے ذریعے قادیانیوں کے استعماری مہرے ہونے کا پردہ چاک کیا۔ 1929ء میں مجلس احرارِ اسلام کے نام سے ایک سیاسی جماعت بنائی گئی۔ جس میں محدث العصر علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ کا اُصولی مشورہ بھی کارفرما تھا، کیونکہ وہ چاہتے تھے کہ قادیانیت کے مقابلہ کے لیے ایک ملک گیر جماعت بنائی جائے۔ خود احرار کے بانی رہنما امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ بھی احرار کے قیام سے کئی برس پہلے قادیانی جماعت کے مقابلہ کے لیے ایک جماعت کی ضرورت کا اظہار فرما چکے تھے۔ احرار رہنماؤں کی بصیرت کی داد دینی چاہیے کہ اُنہوں نے قادیانیت کے سیاسی ارادوں اور منصوبوں کا ادراک کرتے ہوئے اُس کا سیاسی میدان میں مقابلہ کرنے کا پروگرام بنایا۔ مفکرِ احرار چودھری افضل حق نے قادیانیوں کے خلاف احرار کے صف آرا ہونے کی وجوہات بیان کرتے ہوئے تحریر فرمایا تھا کہ: ''مرزائیت میں اگر فاش خامیاں نہ بھی ہوتیں اور وہ غلط دعووں کا عبرت انگیز مرقع نہ بھی ہوتی تو بھی نبوت کا دعویٰ بجائے خود اِسلام پر ضرب کاری اور مسلمانوں میں انتشارِ عظیم پیدا کرنے کا سبب ہے۔ اس دعوے کے ساتھ ہی یہ گروہ انسانوں کی کڑی نگرانی کا سزاوار ہوجاتا ہے۔ پس ہم نے دیکھا کہ مرزائی لوگ 1: برٹش امپیریلزم کے کھلے ایجنٹ ہیں۔ 2: وہ مسلمانوں میں ایک نئی گروہ بندی کے طلب گار ہیں جو مسلمانوں کی جمعیت کو ٹکڑوں ٹکڑوں میں بانٹ دے گی۔ 3: وہ مسلمانوں میں بطور ِففتھ کالم کام کرتے ہیں۔''

قادیانیوں کی اصلیت آشکارا کرتے ہوئے مجلس احرارِ اسلام میدان میں اتری اور تحریک کشمیر 1931ء سے لے کر ربوہ (چناب نگر) میں فاتحانہ داخلہ 1976ء تک قادیانیوں کی سیاسی تخریب کاریوں کی نقاب کشائی کرتے ہوئے اُنہیں ناکوں چنے چبواتی رہی اور الحمد

للہ سرخ پوشانِ احرار کی یہ مبارک جدوجہد تادمِ تحریر جاری ہے۔

علماء کرام نے جب قادیانیوں کو مناظرانہ میدان میں علمی شکست فاش سے دوچار کیا تو قادیانیوں نے فرار کی راہ نہ پا کر پینترا بدلا۔ سرظفر اللہ خان قادیانی تقسیم سے پہلے وائسرائے ہند کی ایگزیکٹو کونسل کا رکن تھا اور اُسے برٹش امپیریلزم کے ایک وفادار کل پرزے کی حیثیت سے استعماری قوتوں کا اعتماد حاصل تھا۔ اس لیے اُنھی قوتوں نے پاکستان بن جانے پر یہاں اپنا عمل دخل رکھنے کے لیے اُسے پاکستان کے پہلے وزیر خارجہ کے منصب پر لا بٹھایا۔ سرظفر اللہ کی بدولت بے شمار قادیانی مختلف اہم اداروں میں بھرتی ہوئے۔ پلاننگ کمیشن کے ڈپٹی چیئر مین ایم ایم احمد سے لے کر ڈاکٹر عبدالسلام تک سینکڑوں قادیانیوں کو ہر ادارے میں داخل کیا گیا۔ اسی کے ساتھ ہی بیرونی پاکستانی سفارت خانوں میں قادیانیوں کو ملازمتیں فراہم کی گئیں، جنھوں نے مختلف ممالک میں وہاں کے اعلیٰ افسران، گروہوں اور تنظیموں سے تعلقات استوار کیے اور پاکستان کے ملازم ہوتے ہوئے پاکستان کے مخالفین کے ساتھ ساز باز میں اُن کے شریک ومعاون بنے۔ استعماریت کے ایجنٹ ہونے کی بنا پر اُنھیں ہاتھوں ہاتھ لیا گیا۔ اب صورت حال یہ ہے کہ قادیانی مناظروں کے بجائے اپنی سیاسی سرگرمیوں کو ترجیح دیتے ہیں۔ بیرونی ممالک میں مختلف لابیوں، سیاست دانوں، حکومتی ذمہ داروں اور این جی اوز کے ساتھ اُن کا مستقل رابطہ ہے۔ اب وہ وہاں اپنے آپ کو ایک مذہبی جماعت کے بجائے فلاحی وخیراتی ادارے کے طور پر رجسٹرڈ کراتے ہیں۔ رفاہی کاموں اور چیرٹی شوز کے ذریعے اپنی شناخت پیدا کرتے ہیں اور در پردہ استعماری ایجنڈہ کی تکمیل کے لیے کوشاں رہتے ہیں۔ مذہبی کام کے لیے قادیانیوں کے الگ افراد کام کرتے ہیں۔ جب وہ لوگ اپنا سالانہ جلسہ کرتے ہیں تو مختلف لابیوں اور سرکاری حکام سے جڑے ہوئے قادیانی اپنے تعلقات کے ذریعے اعلیٰ حکام اور حزبِ اختلاف کے رہنماؤں کو اپنے سالانہ جلسوں میں شمولیت کے لیے لے آتے ہیں۔ امریکہ، کینیڈا اور برطانیہ وغیرہ میں یہ کام شدومد سے ہوتا ہے۔ جن کے ذریعے وہ پاکستان میں قادیانی کمیونٹی کے ساتھ ’’امتیازی سلوک‘‘ اور پاکستانی آئین کی ’’ظالمانہ‘‘ شقوں کو ہدفِ تنقید بناتے ہیں اور عالمی سطح پر پاکستان کی بدنامی کا باعث بنتے ہیں۔

قادیانی اب کھل کر سامنے نہیں آتے، بلکہ وہ اپنے مقاصد کو رُوبہ عمل لانے کے لیے لبرل اور سیکولر عناصر اور اِنسانی حقوق کی تنظیموں کا سہارا لیتے ہیں جو قادیانیوں کی مظلومیت اور اُن کے انسانی حقوق کی مبینہ خلاف ورزیوں پر بیان بازی کرتے اور فرضی رپورٹیں جاری کرتے ہیں۔ 1973ء کا آئین جس میں قادیانیوں کی مذہبی حیثیت متعین کی گئی ہے اور قانون توہین رسالت ان عناصر کا خصوصی ہدف ہیں۔ اب تو قادیانی سربراہ مرزا مسرور کا یہ وڈیو بیان بھی سوشل میڈیا پر وائرل ہوا ہے کہ ’’ہمارا مرکز تو قادیان ہی رہے گا، مگر پاکستان کا آئین ضرور بدلے گا‘‘ جبکہ امسال جون میں اقوام متحدہ کی ہیومن رائٹس کونسل کے اجلاس میں قانون توہین رسالت کے خاتمہ کا مطالبہ کیا گیا ہے۔

قادیانیوں کی اِس بدلتی ہوئی سٹریٹجی کو مدنظر رکھتے ہوئے تحفظ ختم نبوت کے محاذ پر سرگرم جماعتوں کے کاندھوں پر یہ بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ قادیانیت کے خلاف جاری کردہ روایتی طریقہ کار پر نظر ثانی کریں۔ ملک میں جدید تعلیم یافتہ طبقہ کو قادیانی کلٹ سے آگاہی دیں۔ انتظامیہ، عدلیہ اور مقنّنہ تک ختم نبوت کا پیغام پہنچائیں۔ دنیا بھر میں قادیانیوں کی سرگرمیوں پر کڑی نظر رکھیں اور اُن کی تخریب کاریوں پر مبنی سالانہ رپورٹ جاری کریں۔ غیر ملکی سفارت خانوں کو قادیانی جارحیت اور اُن کی ریشہ دوانیوں سے آگاہ کریں۔ جدید اسلوب میں لٹریچر تحریر کر کے اُسے مختلف ممالک میں پھیلائیں۔ ہر عالمی فورم پر اپنا نقطہ نظر پہنچانے اور قادیانیوں کے جھوٹ کو واضح کرنے کی اشد ضرورت جتنی آج ہے، اس سے پہلے کبھی نہ تھی۔ یہی وقت کا اصل تقاضا اور اس دور کی اہم ضرورت ہے۔

7 ستمبر یوم ختم نبوت (یوم قرارداد اقلیت)

عبداللطیف خالد چیمہ

جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب رسالت و ختم نبوت کا عقیدہ اسلام کی اساس اور مسلمانوں میں ''وحدت اُمت'' کی علامت ہے، جھوٹے نبیوں کی ایک پوری تاریخ ہے اور انکار ختم نبوت پر مبنی فتنوں نے ظہور اسلام کے وقت ہی سر اٹھانا شروع کر دیا تھا، ہندوستان میں انگریز سامراج نے مسلمانوں سے جذبۂ جہاد ختم کرنے اور باہمی انتشار و افتراق پیدا کرنے کے لیے مرزا غلام احمد قادیانی کو کھڑا کیا، علماء اُمت کے علاوہ ڈاکٹر علامہ محمد اقبال مرحوم جیسی شخصیات نے عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے مورچے کو سنبھالا، مجلس احرار اسلام نے شعبۂ تبلیغ تحفظ ختم نبوت قائم کر کے پورے ہندوستان میں اِس فتنے کی تباہ کاریوں سے اُمت کو محفوظ رکھا، پاکستان بننے کے بعد جب قادیانی پاکستان کے اقتدار پر شب خون مارنے کی تیاریاں کرنے لگے تو احرار نے تمام مکاتب فکر اور ممتاز شخصیات کو ''کُل جماعتی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے مشترکہ پلیٹ فارم پر اکٹھا کیا اور حضرت مولانا ابو الحسنات قادری رحمتہ اللہ علیہ کو مجلس عمل کا سربراہ بنایا گیا۔ تحریک مقدس تحفظ ختم نبوت 1953ء نے حکمرانوں سے مطالبہ کیا کہ مسٹر ظفر اللہ خان کو وزارتِ خارجہ سے ہٹایا جائے، کلیدی عہدوں سے قادیانیوں کو الگ کیا جائے اور قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے، وقت کے حاجی نمازی لیگی حکمرانوں نے یہ مطالبات تسلیم کرنے کی بجائے دس ہزار نفوس قدسیہ کے مقدس خون سے ہاتھ رنگے اور پھر یہ کہا گیا کہ ''اگر قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جاتا تو امریکہ ہماری گندم بند کر دیتا''۔

حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ نے تب فرمایا تھا کہ ''میں اِس تحریک کے ذریعے ایک ٹائم بم فٹ کر کے جا رہا ہوں وہ اپنے وقت پر ضرور پھٹے گا''۔ پھر دنیا نے دیکھا کہ بھٹو مرحوم جن کو خود 1970ء کے الیکشن میں قادیانیوں کی حمایت حاصل رہی، اُسی بھٹو کے دور اقتدار میں پارلیمنٹ نے 13 دن کی بحث اور فریقین کا مؤقف سننے کے بعد آئین میں ترمیم کر کے لاہوری و قادیانی مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا۔ بعد ازاں حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمتہ اللہ علیہ کی قیادت میں مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کی تحریک کے نتیجے میں 26 اپریل 1984ء کو امتناع قادیانیت ایکٹ جاری ہوا، جس کی رو سے قادیانی اسلامی شعائر و علامات استعمال نہیں کر سکتے لیکن قادیانی اور قادیانی جماعت اِن دونوں فیصلوں کو ماننے سے مسلسل انکاری ہیں بلکہ اِن فیصلوں کو بنیاد بنا کر امریکہ اور مغربی دنیا میں پاکستان کو بری طرح بدنام کر رہے ہیں، قانون کی عمل داری میں اکھنڈ بھارت کا مذہبی عقیدہ رکھنے والی قادیانی جماعت کو اِستثناء دینا وطن عزیز کی نظریاتی وجغرافیائی سرحدوں اور ملکی سلامتی کے حوالے سے ہرگز مناسب نہیں۔

قادیانی دہشت گردی کی پوری تاریخ رکھتے ہیں، تحدیث نعمت کے طور پر عرض ہے کہ آج سے 31 سال قبل 7 ستمبر کو ہم فقیروں نے مجلس احرار اسلام اور تحریک تحفظ ختم نبوت جو ہماری جولانگاہ ہے، کے پلیٹ فارم سے چھوٹے چھوٹے پروگراموں، خبروں اور مضامین سے اس کا مبارک آغاز کیا تھا۔ آج الحمد اللہ، ثم الحمد اللہ! نہ صرف ملک کے طول و

عرض جبکہ بیرون ممالک میں بھی یوم ختم نبوت منایا جاتا ہے اور تمام مکاتب فکر میں اس حوالے سے جوش وخروش بڑھ رہا ہے، ہم نے صدا لگائی بھی اسی لیے تھی کہ اِس کی خوشبو پوری دنیا کو معطر کر دے۔

ایں سعادت بزورِ بازو نیست

7 ستمبر کے اس تاریخی فیصلے، 1984ء کے امتناع قادیانیت ایکٹ اور اعلیٰ عدالتی فیصلوں کے خلاف آج پھر ایک مہم زوروں پر ہے کہ ''ریاست کو یہ حق حاصل نہیں تھا'' اِس میں سیکولر لابیاں، لبرل سیاستدان، این جی اوز کے ملفوف پردے میں قادیانی تنظیمیں اور اسلام و وطن دشمن عناصر پیش پیش ہیں کہ آئین کی اسلامی دفعات خصوصاً تحفظ ناموس رسالت اور تحفظ ختم نبوت جیسے قوانین ختم ہونے چاہییں، اِس طرح ہمارا عقیدہ استعماری ایجنڈے کی زد میں ہے، قادیانی سربراہ مرزا مسرور آئین پاکستان کو تبدیل کرنے کی باتیں کر رہا ہے وزیر اعظم عمران خان کے دورۂ امریکہ سے چند روز پہلے چناب نگر (ربوہ) کے قادیانی عبدالشکور (چشمے والا) کی امریکی صدر ٹرمپ سے ملاقات کروائی گئی اور اس نے وہاں پاکستان کے خلاف غلیظ زبان استعمال کی تحریک انصاف کے برسر اقتدار آنے کے بعد مجموعی طور پر قادیانی سرگرمیوں اور ریشہ دوانیوں میں بے حد اضافہ ہوا ہے اور قادیانی انفرادی اور اجتماعی طور پر آئین اور قانون سے نہ صرف انحراف برت رہے ہیں بلکہ دنیا بھر میں پاکستان کے خلاف مسلسل لابنگ اور پراپیگنڈہ کر کے ریاست کو چیلنج کر رہے ہیں اور قانون نافذ کرنے والے ادارے مسلسل خاموش ہیں۔ اس لیے دینی جماعتوں کو مصلحت کی پالیسی کی بجائے حکمت وتدبیر سے آگے بڑھنا چاہئے اور اپنی جدوجہد کو بین الاقوامی حالات کے تناظر میں ازسرنو مرتب کرنا چاہیے۔

ضرورت اِس امر کی ہے کہ ہم تعلیم وتربیت، لابنگ اور میڈیا کے محاذ پر زیادہ توجہ دیں اور مقتدر حلقوں تک اپنی آواز آج کے اسلوب میں پہنچانے کا مناسب انتظام کریں، مرزا غلام احمد قادیانی اور انکارِ ختم نبوت پر مبنی فتنوں کی تعلیمات تمام بڑی زبانوں میں دنیا تک پہنچائیں، مجموعی طور پر دنیا بھر میں قادیانیت سے بیزاری تیزی سے بڑھ رہی ہے، مجلس احرار اسلام کے شعبہ دعوت وارشاد کے ناظم ڈاکٹر محمد آصف (سابق قادیانی) اور ان کی ٹیم کی مسلسل محنت سے اللہ تعالیٰ نے گزشتہ چند سالوں میں متعدد قادیانیوں کو قادیانیت ترک کر کے مسلمان ہونے کی توفیق سے نوازا ہے اور یہ سلسلہ تواتر کے ساتھ جاری ہے۔ ان نومسلم ساتھیوں کا کہنا ہے کہ دنیا میں انگریزی اور عربی میں مرزا غلام احمد قادیانی کی کتابیں ترجمہ ہو کر سامنے آجائیں تو بڑی تعداد میں قادیانی گھرانے قادیانیت سے تائب ہونا شروع ہو جائیں گے۔

یہ امر واقعہ ہے کہ قادیانیوں کے مذہبی تعاقب کے ساتھ ساتھ ان کے سیاسی ومعاشرتی تعاقب کی بھی ضرورت ہے۔ یہاں ہم پیپلز پارٹی کے بانی ذوالفقار علی بھٹو مرحوم کا ایک قول نقل کرتے ہیں، انہوں نے اپنی زندگی کے آخری اسیری کے دوران ڈیوٹی آفیسر کرنل رفیع الدین سے کہا تھا کہ

''احمدیہ مسئلہ! یہ ایک مسئلہ تھا جس پر بھٹو صاحب نے کئی بار کچھ نہ کچھ کہا۔ ایک دفعہ کہنے لگے: رفیع! یہ لوگ چاہتے ہیں کہ ہم ان کو پاکستان میں وہ مرتبہ دیں جو یہودیوں کو امریکہ میں حاصل ہے۔ یعنی ہماری ہر پالیسی ان کی مرضی کے مطابق چلے۔ ایک بار انہوں نے کہا کہ قومی اسمبلی نے ان کو غیر مسلم قرار دے دیا ہے۔ اس میں میرا قصور ہے؟ ایک دن اچانک مجھ سے پوچھا کہ کرنل رفیع الدین! کیا احمدی آج کل یہ کہہ رہے ہیں کہ میری موجودہ مصیبتیں ان کے خلیفہ کی بددعا کا نتیجہ ہیں کہ میں

کال کوٹھری میں پڑا ہوں؟ ایک مرتبہ کہنے لگے کہ بھئی اگر ان کے اعتقاد کو دیکھا جائے تو وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی ہی نہیں مانتے اور اگر وہ مجھے اپنے آپ کو غیر مسلم قرار دینے کا ذمہ دار ٹھہراتے ہیں تو کوئی بات نہیں۔ پھر کہنے لگے میں تو بڑا گناہ گار ہوں اور کیا معلوم کہ میرا یہ عمل ہی میرے گناہوں کی تلافی کر جائے اور اللہ تعالیٰ میرے تمام گناہ اس نیک عمل کی بدولت معاف کر دے۔ بھٹو صاحب کی باتوں سے میں اندازہ لگایا کرتا تھا کہ شاید انہیں گناہ وغیرہ کا کوئی خاص احساس نہ تھا لیکن اس دن مجھے محسوس ہوا کہ معاملہ اس کے برعکس ہے''۔ (''بھٹو کے آخری 323 دن'' از کرنل رفیع الدین)

ہم پیپلز پارٹی کی قیادت، آصف علی زرداری اور بلاول بھٹو زرداری سے درخواست کرنا چاہیں گے کہ 7 ستمبر 1974ء کو قرارداد اقلیت کی منظوری کے بعد ایوان میں 27 منٹ کی ذوالفقاری علی بھٹو مرحوم کی تقریر اور مذکورہ بالا قول توجہ سے پڑھ لیں اور قادیانیوں پر اعتماد کرنا چھوڑ دیں، یہی درخواست ہماری حکمرانوں، مقتدر حلقوں اور تمام سیاستدانوں سے بھی ہے، کیونکہ اسلام اور پاکستان کے خلاف جو قوتیں برسرِ پیکار ہیں، قادیانی ان کے مہرے کے طور پر کام کر رہے ہیں، قادیانیوں کے زیر اہتمام این جی اوز اور سکول بند کیے جائیں کیونکہ وہ ان کی آڑ میں تعلیم کے نام پر بچوں میں اسلام مخالف نظریات کو پروان چڑھا رہے ہیں۔ بلوچستان میں موجودہ شورش کے پیچھے قادیانی ایلیمنٹ بھی کام کر رہا ہے اور اکھنڈ بھارت قادیانیوں کا مذہبی عقیدہ ہے، ایسے میں تمام محبِّ وطن حلقوں کو یکسو ہو کر اسلام، پاکستان اور عقیدۂ ختم نبوت کے خلاف ہونے والی سازشوں کا ادراک بھی کرنا چاہیے اور سدباب بھی۔

☆......☆......☆

7 ستمبر یوم تحفظ ختم نبوت کے حوالے سے احرار کے مرکزی ناظم اعلیٰ عبداللطیف خالد چیمہ کے بیانات

بعد نماز فجر مرکزی مسجد عثمانیہ چیچہ وطنی

7 بجے صبح دفتر احرار جامع مسجد چیچہ وطنی

10 بجے صبح مرکز احرار جامع مسجد صدیقیہ کمالیہ، داعی: جناب عبدالکریم قمر

12 بجے دوپہر مرکز احرار جامع مسجد معاویہ ٹوبہ ٹیک سنگھ، داعی حافظ محمد اسماعیل

بعد نماز ظہر جامعہ عثمانیہ ختم نبوت چناب نگر، داعی: قاری شبیر احمد عثمانی

بعد نماز مغرب سالانہ ختم نبوت کانفرنس، ایوانِ احرار نیو مسلم ٹاؤن لاہور

مجلس احرار کے نائب امیر سید محمد کفیل بخاری مدظلہٗ کی دعوتی و تبلیغی اسفار

6 ستمبر خطبہ جمعۃ المبارک، جامعہ فتحیہ اچھرہ لاہور

6 ستمبر بعد نماز مغرب، سالانہ ختم نبوت کانفرنس، جامع مسجد القمر کنور گڑھ گوجرانوالہ

6 ستمبر بعد نماز عشاء، سالانہ ختم نبوت کانفرنس، جامع مسجد ختم نبوت سلامت پورہ قصور

7 ستمبر بعد نماز مغرب، سالانہ ختم نبوت کانفرنس، ایوان احرار نیو مسلم ٹاؤن لاہور

کرفیو میں اذان

حبیب الرحمٰن بٹالوی

وادی کشمیر خوں رنگ خوں ریز ہے...... ماؤں کے کئی لال...... وطن پر اپنی جان قربان کر چکے ہیں...... کئی جیلوں میں پڑے ہیں...... کوئی پرُسانِ حال نہیں...... آزادی کے ان متوالوں نے...... ایثار و قربانی کی انمٹ یادیں اپنے خون سے رقم کی ہیں...... بھارتی درندے...... آر ایس ایس کے غنڈے...... روزانہ سرچ کے نام پر...... نہتے مسلمانوں پر حملہ آور ہوتے ہیں...... جوانوں کو شہید کرتے...... دکانوں کو آگ لگاتے ہیں...... مائیں بہنیں بین کرتی رہ جاتی ہیں...... گولیاں سسکیاں، ہچکیاں اُن کا مقدر بن چکی ہیں۔ وادی میں پندرہ دن سے کرفیو نافذ ہے...... کئی جاں بلب بیمار...... دوا کو ترس رہے ہیں بچے بھوک سے نڈھال ہیں...... بڑے بوڑھے نحیف حال ہیں...... کھانے کی کوئی چیز میسر نہیں...... کسی کو باہر نکلنے کی اجازت نہیں...... جمعے کی نماز کا وقت ہے اتنے میں...... ایک مسلمان جان ہتھیلی پر رکھ کر مسجد میں آتا ہے...... اذان شروع کر دیتا ہے...... ابھی اس نے اللہ اکبر کہا تھا کہ زن سے ایک گولی اُسے ڈھیر کر دیتی ہے...... دوسرا مسلمان آتا ہے...... اگلا کلمہ کہہ پاتا ہے...... کہ دوسری گولی اُس کے جسم کے آر پار ہو جاتی ہے...... اس طرح تیسرا مسلمان حی علی الفلاح کہتا ہے کہ بھارتی درندوں کی گولی اُسے چھلنی کر دیتی ہے...... اس طرح کوئی گیارہ مسلمان...... موت کو گلے لگاتے ہیں مگر اذان کے اظہار پر آنچ نہیں آنے دیتے اللہ اکبر!...... اللہ اور اللہ کے رسولؐ کے نام کی عظمت اور بلندی پر جان دینے والوں پر اُن اذان کے شہیدوں پر سلام اور کروڑوں رحمتیں اور برکتیں!

جناب احسان دانش کی یہ نظم، ''کرفیو میں اذان'' اس واقعہ پر کتنی صادق آتی ہے

اے مؤذن اے خداوند و محمدؐ کے نقیب
کرفیو میں ہیں تیری آواز کی موجیں عجیب

مضمحل لہجہ، لرزتے لفظ، بھرائی صدا
جس طرح دوشِ ہوا پر سسکیوں کا قافلہ

دل تڑپ اُٹھا ہے اور پلکیں ہوئی جاتی ہیں نم
یہ مسلمانوں پر ''مودی حکومت'' کا ستم

دے رہا ہے اب بھلا دعوت کسے سُوئے فلاح
ہر قدم پر جب یہاں خونِ مسلماں ہے مباح

مسجدوں کے فرش پر خون کے ڈوروں کا جال
کون جانے کس قدر مغموم ہے رُوحِ بلالؓ

ہے اندھیرے سے لبالب شہر کا ہر راستہ
گاہے گاہے کچھ مسلح خود فروشوں کی صدا

جاں بلب بیمار، محرومِ دوا ہیں جابجا
کل کے ترشے بت بزعمِ خود خدا ہیں جابجا

بند چوراہوں پہ لاشے، زخمیوں کی ریل پیل
حاکموں نے ڈال رکھی ہے، رعایا کے نکیل

بے خطا لوگوں پہ یہ ظلم وتعدی الاماں
گولیوں کی سیٹیوں کے ساتھ اشک آور دھواں

سلامتی کونسل اجلاس کا جشن کب تک؟

وسعت اللہ خان (بی بی سی اردو)

پاکستان کی تشفی کے اعتبار سے مسئلہ کشمیر دو صورتوں میں ہی حل ہو سکتا ہے۔ یا تو کشمیری مزاحمت انڈیا کو سیاسی و اقتصادی طور پر اتنی مہنگی پڑ جائے کہ وہ کسی بھی آبرو بچاؤ فارمولے کے سہارے کشمیر کی جان چھوڑ دے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ بین الاقوامی سفارتی و اقتصادی دباؤ انڈیا کے لیے اتنا ناقابلِ برداشت ہو جائے کہ وہ بدنامی اور دنیا سے کٹ جانے کے امکان کی تاب نہ لا سکے اور کشمیر کے کسی سہ طرفہ حل پر آمادہ ہو جائے۔ پاکستان کا خیال ہے کہ اقوامِ متحدہ کی قراردادیں آج بھی اس مسئلے کے حل میں معاون ثابت ہو سکتی ہیں۔ مگر کیا کیا جائے کہ کشمیر کے بارے میں سلامتی کونسل کی تمام قراردادیں اقوامِ متحدہ چارٹر کے باب ششم کے تحت منظور کی گئی ہیں۔ ان کی نوعیت محض اخلاقی و سفارشی ہے۔ اگر کوئی فریق ان قراردادوں پر عمل نہیں کرتا تو اس کے خلاف اقوامِ متحدہ کوئی ٹھوس تادیبی کارروائی نہیں کر سکتا۔ اسرائیل کے خلاف منظور کی جانے والی قراردادوں کی نوعیت بھی ایسی ہی ہے۔ اگر یہی قراردادیں اقوامِ متحدہ چارٹر کے باب ہفتم کے تحت منظور ہوتیں تو پھر ان پر عمل درآمد کے لیے سلامتی کونسل رکن ممالک کو اقتصادی و عسکری طاقت کے استعمال کا حکم بھی دے سکتی تھی۔ جیسا کہ سنہ 1950 کی جنگِ کوریا اور پھر کویت پر سے عراقی قبضہ چھڑوانے والی قراردادوں کے نتیجے میں ہوا۔

تیسرا طریقہ یہ ہے کہ پاکستان کے دوست یا برادر ممالک کھل کے پاکستان کا ساتھ دیں بھلے کوئی بھی قیمت ادا کرنا پڑے۔ مگر پاکستان نہ تو امریکہ ہے اور نہ چین کہ اپنی بے پناہ اقتصادی و سیاسی اہمیت یا دباؤ کے بل پر زیادہ سے زیادہ ممالک کو اپنے موقف کی چھتری تلے اکٹھا کر سکے۔ سلامتی کونسل کا مستقل رکن روسGettyImages آج بھی انڈیا کو سب سے زیادہ اسلحہ فروخت کرتا ہے) کل اور بات تھی لیکن آج برادر سعودی عرب کیوں کشمیر پر پاکستان کی واضح حمایت کرے جبکہ پاکستان تو تیل بھی ادھار پے لیتا ہے۔ اس کے برعکس انڈیا اٹھائیس ارب ڈالر سالانہ کا سعودی تیل خریدتا ہے۔ سعودی ولی عہد محمد بن سلمان اگلے دو برس میں انڈیا میں 100 ارب ڈالر سرمایہ کاری کا ارادہ رکھتے ہیں۔ کشمیر کی خصوصی حیثیت کے خاتمے کے فوراً بعد سعودی تیل کمپنی آرامکو انڈین کمپنی ریلائنس کے پٹرولیم کاروبار میں 20 فیصد کی پارٹنر بن گئی۔ برادر متحدہ عرب امارات نے بھی پاکستان کو تین ارب ڈالر کا ڈپازٹ توازنِ ادائیگی بہتر بنانے کے نام پر دیا ہے جبکہ انڈیا سے اماراتی تجارت کا حجم 50 ارب ڈالر اور امارات میں انڈین سرمایہ کاری کا حجم 55 ارب ڈالر ہے۔ اسی لیے جب عرب امارات کہتا ہے کہ کشمیر انڈیا کا اندرونی معاملہ ہے تو حیرت کیوں؟ سلامتی کونسل کے مستقل رکن چین اور انڈیا کی تجارت کا حجم 100 ارب ڈالر ہے۔ چین کیوں انڈیا سے کھلی محاز آرائی چاہے گا؟ چین نے اپنے زیرِ دعویٰ لداخ کی حیثیت میں تبدیلی کا تو سخت بُرا منایا ہے مگر کشمیر کی بابت پاکستان اور انڈیا پر زور دیا ہے کہ وہ دو طرفہ بنیاد پر مسئلے کا پُر امن حل نکالیں۔

سلامتی کونسل کا مستقل رکن روس آج بھی انڈیا کو سب سے زیادہ اسلحہ فروخت کرتا ہے اور اگلے برس وہ پانچ ارب ڈالر مالیت کا ایس فور ہنڈرڈ میزائل سسٹم فراہم کر دے گا۔ روس نے بھی یہی سمجھایا ہے کہ دونوں ملک تحمل سے کام لیں۔ انڈیا کو رفال طیارے بیچنے والے سلامتی کونسل کے ایک اور مستقل رکن فرانس اور ایک اور مستقل رکن برطانیہ نے بھی روس والی لائن دہرائی ہے۔ صدر ٹرمپ کا پانچ اگست کے بعد سے کشمیر پر کیا موقف ہے۔ کوئی جانتا ہو تو ہمیں بھی بتائے۔ جہاں تک سلامتی کونسل کے دس غیر منتخب ارکان کا معاملہ ہے تو جرمنی، جنوبی افریقہ، کویت اور انڈونیشیا سمیت کسی بھی رکن نے اجلاس سے باہر آ کے کیا ایک لفظ بھی منہ سے نکالا؟ اگر تو مسئلہ کشمیر پر سلامتی کونسل کا پچاس پچپن برس بعد ڈیڑھ گھنٹے کا بنا کسی نئی قرارداد بند کمرے کا اجلاس ہی تاریخی کامیابی ہے تو پھر تو پاکستان جیت گیا۔ اب اس جیت کا جشن کب تک منانا ہے اور اس کے بعد کیا کرنا ہے؟ اپنے بل پر ٹرک روکنا ہے یا ٹرک کی بتی کا تعاقب جاری رکھنا ہے؟

صہرِ رسول، دامادِ علیؓ، مرادِ نبیؐ، فاتح روم ایران، خلیفہ راشد

امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

محمد عرفان الحق (ایڈووکیٹ ہائی کورٹ)

آپؓ کا اسم گرامی ''عمرؓ''، لقب ''فاروق'' اور کنیت ''ابوحفص'' ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا نسب مبارک نویں پشت پر سیدنا محمد ﷺ سے جاملتا ہے۔ آپؓ کی ولادت عام الفیل کے تیرہ سال بعد ہوئی اور آپؓ ستائیس سال کی عمر میں مشرف بہ اسلام ہوئے۔ چونکہ نبی کریم ﷺ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام قبول کرنے کے لیے بہت دعا فرمایا کرتے تھے اس لیے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے پر نبی ﷺ بہت خوش ہوئے اور اپنی جگہ سے چند قدم آگے چل کر آپ کو گلے لگایا اور آپؓ کے سینہ مبارک پر دست نبوت پھیر کر دعا دی کہ: اللہ ان کے سینہ سے کینہ وعداوت کو نکال کر ایمان سے بھر دے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام بھی سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام پر مبارک باد دینے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے سے اسلام کی شوکت وسطوت میں اضافہ ہونا شروع ہو گیا اور مسلمانوں نے بیت اللہ شریف میں اعلانیہ نماز ادا کرنا شروع کر دی۔ آپؓ وہ واحد صحابی ہیں جنھوں نے سب سے پہلے اعلانیہ اسلام قبول کیا اور اعلانیہ ہجرت فرمائی۔ ہجرت کے موقع پر طواف کعبہ کیا اور کفار مکہ کو للکار کر کہا کہ میں ہجرت کرنے لگا ہوں یہ مت سوچنا کہ عمر چھپ کر بھاگ گیا ہے، جسے اپنے بچے یتیم اور بیوی بیوہ کروانی ہو وہ آکر مجھے روک لے، مگر کسی کی ہمت نہ ہوئی کے آپؓ کے مقابل آتا۔

ہجرت کے بعد سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ تمام غزوات میں رسول اللہ ﷺ کی معیت میں رہے۔ غزوۂ بدر میں اپنے حقیقی ماموں عاص بن ہشام کو اپنے ہاتھ سے قتل کیا۔ غزوۂ احد میں انتشار کے باوجود اپنا مورچہ نہیں چھوڑا۔ غزوۂ خندق میں خندق کے ایک طرف کی حفاظت آپؓ کے سپرد تھی بعد ازاں بطور یادگار یہاں آپؓ کے نام پر ایک مسجد تعمیر کی گئی۔ غزوۂ بنی مصطلق میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک کافر جاسوس کو گرفتار کر کے دشمن کے تمام حالات دریافت کر کے اسے قتل کر دیا، جس کے باعث کفار پر دہشت طاری ہوگئی۔ غزوۂ حدیبیہ میں آپؓ، مغلوبانہ صلح پر راضی نہ ہوتے تھے مگر نبی اکرم ﷺ کی وجہ سے سرِ تسلیم خم کیا اور جب سورۂ فتح نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے آپؓ کو یہ سورت سنائی کیونکہ اس میں بڑی خوش خبری اور فضیلت انہی کے لیے ہے۔ غزوۂ خیبر میں رات پہرے کے دوران ایک یہودی کو گرفتار کیا اور نبی ﷺ کی خدمت میں لے آئے۔ اس سے حاصل شدہ معلومات ہی فتح خیبر کا بہترین ذریعہ ثابت ہوئیں۔ غزوۂ حنین میں مہاجرین صحابہؓ کی سرداری امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ کو مرحمت کی گئی۔ فتح مکہ کے بعد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے کعبہ میں عمرہ یا اعتکاف کی اجازت طلب کی تو نبی علیہ السلام نے اجازت کے ساتھ فرمایا: ''اے میرے

بھائی! اپنی دعا میں ہمیں بھی شریک رکھنا اور ہمیں بھول نہ جانا''۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ: نبی ﷺ کے اس مبارک جملہ کے عوض اگر مجھے ساری دنیا بھی مل جائے تو میں خوش نہ ہوں گا۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کفر و نفاق کے مقابلہ میں بہت جلال والے اور کفار و منافقین سے شدید نفرت رکھتے تھے۔ ایک دفعہ ایک یہودی و منافق کے مابین حضور انور ﷺ نے یہودی کے حق میں فیصلہ فرمایا مگر منافق نہ مانا اور آپؓ سے فیصلہ کے لیے کہا۔ آپؓ کو جب علم ہوا کہ نبی ﷺ کے فیصلہ کے بعد یہ آپؓ سے فیصلہ کروانے آیا ہے تو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس کو قتل کر کے فرمایا: جو میرے نبی ﷺ کا فیصلہ نہیں مانتا میرے لیے اس کا یہی فیصلہ ہے۔ کئی مواقع پر حضور نبی کریم ﷺ کے مشورہ مانگنے پر جو مشورہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے دیا، قرآن کریم کی آیات مبارکہ اسی کی تائید میں نازل ہوئیں۔ ازواج مطہراتؓ کے پردہ، قیدیان بدر، مقام ابراہیم پر نماز، حرمتِ شراب، کسی کے گھر میں داخلہ سے پہلے اجازت، تطہیر سیدہ عائشہؓ جیسے اہم معاملات میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی رائے، مشورہ اور سوچ کے موافق قرآن کریم کی آیات نازل ہوئیں۔ علماء وفقہاء کے مطابق تقریباً 27 آیات قرآنیہ ایسی ہیں جو براہ راست فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی تائید میں نازل ہوئیں۔

جب آپؓ تخت خلافت اسلامیہ پر متمکن ہوئے تو اعلان فرمادیا کہ: میری جو بات قابل اعتراض ہو مجھے اس پر برسرعام ٹوک دیا جائے۔ ''امیر المؤمنین'' کا لفظ سب سے پہلے آپؓ ہی کے لیے استعمال ہوا، کیونکہ آپؓ سے پہلے، خلیفہ اول سیدنا صدیق اکبرؓ کو ''خلیفۃ الرسول'' کہہ کر پکارا جاتا تھا۔ آپؓ اپنی خلافت میں رات کو رعایا کے حالات سے آگاہی کے لیے گشت کیا کرتے تھے۔ اپنے دور خلافت میں اپنے بیٹے عبداللہؓ بن عمرؓ کا وظیفہ 3 ہزار مقرر کیا جبکہ حضرات حسنؓ و حسینؓ کا 5،5 ہزار اور سیدنا اسامہؓ بن زیدؓ کا 4 ہزار وظیفہ مقرر کیا۔ آپؓ نے 17 ہجری میں سیدنا علیؓ و سیدہ فاطمہؓ کی صاحبزادی حضرت ام کلثومؓ سے نکاح فرمایا اور 40 ہزار درہم مہر ادا فرمایا۔

آپؓ نے اپنے حکام کو باریک کپڑا پہننے، چھنے ہوئے آٹے کی روٹی کھانے اور دروازے پر دربان رکھنے سے سختی سے منع فرما رکھا تھا۔ مختلف اوقات میں اپنے مقرر کردہ حکام کی جانچ پڑتال بھی کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ملک شام تشریف لے گئے اس وقت حاکم شام سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تھے جنہوں نے عمدہ لباس پہنا ہوا تھا اور دروازہ پر دربان بھی مقرر کیا ہوا تھا۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے اس کا سبب پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ چونکہ یہ سرحدی علاقہ ہے اور یہاں دشمن کے جاسوس بہت ہوتے ہیں اس لیے میں نے ایسا کیا تاکہ دشمنوں پر رعب و دبدبہ رہے، جس پر فاروق اعظمؓ نے سکوت فرمایا۔

اپنے دور خلافت میں مصر، ایران، روم اور شام جیسے بڑے ملک فتح کیے۔ 1 ہزار 36 شہر مع ان کے مضافات فتح کیے۔ مفتوحہ جگہ پر فوراً مسجد تعمیر کی جاتی۔ آپ کے زمانہ میں 4 ہزار مساجد عام نمازوں اور 9 سو مساجد نماز جمعہ کے لیے بنیں۔ قبلۂ اول بیت المقدس بھی دور فاروقی میں بغیر لڑائی کے فتح ہوا۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ فاروقی حکم سے

جب بیت المقدس پہنچے تو وہاں کے یہودیوں اور عیسائیوں نے کہا کہ ہماری کتابوں کے مطابق فاتح بیت المقدس کا حلیہ آپ جیسا نہیں لہٰذا آپ اسے فتح نہیں کر سکتے۔ چنانچہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ نے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو خط میں صورت حال لکھ بھیجی اور پھر جناب عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی بیت المقدس آمد پر چابیاں آپ کے حوالہ کی گئیں کیوں کہ یہودیوں اور عیسائیوں نے آپ کا حلیہ مبارک اپنی کتابوں کے مطابق پالیا تھا۔ انہی سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے فتح مصر کے بعد ایک مرتبہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو بذریعہ خط اطلاع دی کہ دریائے نیل ہر سال خشک ہو جاتا ہے اور لوگ ہر سال ایک خوب رو دوشیزہ کی بھینٹ چڑھاتے ہیں تو دریا میں پانی اتر آتا ہے۔ تو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جواباً ایک خط تحریر فرما کر روانہ کیا کہ یہ خط دریا کی ریت میں دبا دیا جائے۔ جیسے ہی خط دبایا گیا تو دریائے نیل میں پانی چڑھ آیا بلکہ پہلے سے چھ گنا زیادہ پانی ہو گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے خط کا مضمون یہ تھا کہ اے دریا! اگر تو اپنی مرضی سے بہتا ہے تو ہمیں تیری کوئی حاجت نہیں اور اگر تو اللہ کی مرضی سے بہتا ہے تو بہتا رہ۔ کئی قرآنی وعدے اور خوش خبریاں آپؓ ہی کے دور خلافت میں پوری ہوئیں۔ فاروقی دور خلافت 22 لاکھ مربع میل کے وسیع رقبہ پر محیط تھی۔ پولیس کا محکمہ بھی آپؓ ہی نے قائم فرمایا۔ کئی علاقوں میں قرآن اور دینی مسائل کی تعلیمات کیلئے سیدنا معاذؓ بن جبل، سیدنا عبادہؓ بن صامت، سیدنا ابیؓ ابن کعب، سیدنا ابوالدرداءؓ، سیدنا سعدؓ اور سیدنا ابوموسیٰ اشعریؓ وغیرہ جیسے اجلّہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو مقرر فرمایا۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی حیات مبارکہ پر اگر تفصیلاً تحریر کیا جائے تو انتہائی وقت وجگہ کی ضرورت ہے۔

نبی کریم ﷺ کے ارشاد کے مطابق سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس امت کے محدث تھے۔ علاوہ ازیں امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ انتہائی معاملہ فہم، دانشمند، زیرک، ذہین اور دور اندیش ومصلحت بین خلیفہ تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے مختلف مواقع پر کئی ایسے ارشادات فرمائے جو کہ آب زر سے لکھنے کے لائق ہیں انہی ارشادات میں سے چند ایک ملاحظہ فرمائیں۔ اپنے تمام عمال کو یہ فرمان بھیجا ''میرے لیے تمہارے کاموں میں سب سے زیادہ اہتمام کے قابل بات، نماز ہے۔ جس نے نماز کی حفاظت کی اس نے اپنا دین محفوظ کر لیا اور جس نے نماز کو ضائع کر دیا وہ دوسری چیزوں کو بدرجۂ اولیٰ ضائع کر دے گا۔ ایک مرتبہ فرمایا کہ دعا آسمان وزمین کے درمیان معلق رہتی ہے یہاں تک کہ نبی ﷺ پر درود پڑھا جائے۔ فرمایا کہ سب سے افضل عبادت یہ ہے کہ فرائض ادا کرے اور منہیات سے اجتناب کرے اور اللہ کے ساتھ اپنی نیت درست رکھے۔ فرمایا کہ جو شخص اپنے کو مقام تہمت سے نہ بچائے وہ اپنی بدظنی کرنے والے کو ملامت نہ کرے۔ جو شخص اپنا راز پوشیدہ رکھے گا اس کا کام اسی کے اختیار میں رہے گا۔ ایک بار فرمایا کہ جب کسی عالم کو دیکھو کو دنیا سے محبت رکھتا ہے تو دین کی بات میں اس کا اعتبار نہ کرو۔

امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عظیم الشان وبے مثال عہد خلافت کا ایک نمایاں اور زریں طریقہ کار یہ تھا کہ آپؓ راتوں کو بیدار رہ کر گلی محلوں میں گشت فرمایا کرتے تھے تاکہ اپنی رعایا کے حالات وواقعات اور ضروریات وحاجات ومشکلات وغیرہ سے باخبر رہ سکیں۔ امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ کے گشت کے دوران کئی ایسے واقعات پیش آئے

جن سے آپؓ کی اعلیٰ ظرفی، حکمت وبصیرت اور دانائی ودور اندیشی سمیت آپؓ کے طرزِ حکمرانی وخلافت کی بے ساختہ داد دینی پڑتی ہے۔ انہی گشت کے واقعات میں سے ایک واقعہ یہ بھی ہے کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ رات کے وقت دورانِ گشت ایک اعرابی سے ملاقات ہوئی جو کہ اپنے خیمہ کے باہر بیٹھا ہوا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس سے علیک سلیک کے بعد گفتگو شروع فرمائی کہ دفعتاً خیمہ کے اندر سے کسی کے رونے کی آواز آئی تو آپؓ کے دریافت کرنے پر اس اعرابی نے بتایا کہ میری بیوی کے درد زہ ہے۔ یہ سنتے ہی سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اپنے گھر پہنچے اور اپنی اہلیہ سیدہ ام کلثومؓ بنت علیؓ کو لے کر اس اعرابی کے پاس تشریف لے گئے اور اس سے اجازت لے کر اہلیہ کو خیمہ میں بھیج دیا۔ اور خود اعرابی سے بات چیت کرتے رہے یہاں تک کہ اچانک خیمہ سے سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے پکار کر کہا کہ امیر المؤمنین! اپنے دوست کو لڑکے کی ولادت کی خوشخبری دیں۔ اس اعرابی نے جو ''امیر المؤمنین'' کا لفظ سنا تو کانپ گیا اور جلدی سے با ادب ہو گیا اور معذرت کرنے لگا تو آپؓ نے فرمایا کہ کوئی بات نہیں، صبح کو میرے پاس آنا اور پھر آپؓ نے اس کے بچے کا وظیفہ مقرر فرما کر اسے کچھ مرحمت فرمایا۔ اسی طرح رات کو ایک گھر کے پاس سے گزرے تو اندر سے چند بچوں کے رونے کی آوازیں سنیں تو وہاں موجود خاتون سے استفسار پر معلوم ہوا کہ بچے بھوکے ہیں اور گھر میں کھانے کو کچھ نہیں، جبکہ خاتون نے خالی دیگچی میں پانی ڈال کر چولہے پر چڑھا رکھی ہے کہ بچے اسی طرح کھانا پکنے کا انتظار کرتے کرتے سو جائیں۔ امیر المؤمنین سیدنا عمرؓ یہ سن کر بہت آزردہ ورنجیدہ ہو کر رونے لگے اور الٹے پیروں بیت المال میں آکر وہاں سے کچھ آٹا، چربی، چھوہارے، کپڑے اور کچھ نقدی لی اور اپنے غلام اسلم سے فرمایا کہ یہ سب میرے پیٹھ پر لاد دے۔ اسلم کہنے لگے کہ امیر المؤمنین میں لے چلوں گا مگر نہ مانے کہ روز قیامت تو پوچھ مجھ سے ہی ہونی ہے۔ الغرض سیدنا عمرؓ نے سب سامان اپنی پیٹھ پر لادا اور اس خاتون کے گھر جا پہنچے اور خود ہی دیگچی میں اشیاء خورد ڈال کر پکایا کہ آگ کا دھواں آپؓ کی ریش مبارک میں بھر گیا۔ کھانا تیار کر کے بچوں کو اپنے سامنے کھلوا کر کچھ دیر مزید وہیں رکے رہے کہ بچوں کو بھوک سے روتے دیکھا تو اب بھرے پیٹ کے ساتھ کھیلتے بھی دیکھ لیں۔

الغرض آپؓ کا دورِ خلافت بہت مبارک اور اشاعت واظہارِ اسلام کا باعث تھا۔ غرضیکہ خلافت راشدہ میں سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت کو ایک نمایاں وممتاز مقام حاصل ہے۔ 27 ذی الحجہ بروز بدھ ایرانی مجوسی غلام ابو لؤلؤ فیروز نے نماز فجر ادائیگی کے دوران سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو خنجر مار کر شدید زخمی کر دیا۔ اور یکم محرم الحرام بروز اتوار اسلام کا یہ بطل جلیل، نبی ﷺ کی دعاء، اسلامی خلافت کا تاج دار، 63 سال کی عمر میں شہادت جیسے عظیم مرتبے پر فائز ہوا۔ آپؓ کی نماز جنازہ سیدنا صہیب رومیؓ نے پڑھائی۔ روضہ نبوی میں نبی مکرم ﷺ اور خلیفۂ بلافصل سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی قبروں کے ساتھ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک بنائی گئی اور وہیں مدفون ہوئے۔ اللہ پاک اِس عظیم المرتبت شخصیت کی قبر مبارک پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے، آمین!

شہیدِ غیرت، حضرت حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما

مولانا عبدالعلی فاروقی (لکھنؤ)

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی مظلومیت اتنی آشکار، اتنی واضح اور اتنی تسلیم شدہ ہے کہ ان کے سلسلہ میں اس وضاحت کی چنداں حاجت نہیں ہے کہ تاریخ کی مظلوم شخصیتوں میں ان کا بھی ایک اہم مقام ہے، بلکہ سچ تو یہ ہے کہ اگر اسلامی تاریخ کی سب سے بڑی مظلوم شخصیت کے بارے میں استفسار کیا جائے تو مسلمانوں کی واضح اکثریت کی زبانوں پر حضرت حسین رضی اللہ عنہ ہی کا نام آجائے گا۔ اس کی وجہ بالکل ظاہر ہے کہ قرنِ اوّل سے آج تک کے شہداءِ اسلام میں جتنا کچھ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کی شہادت کے بارے میں لکھا اور کہا گیا، کسی دوسرے اسلامی شہید کے بارے میں نہیں لکھا اور کہا گیا۔ مگر یہ عجیب ستم ظریفی ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں اتنا لکھا اور کہا جانا، ان کی بے دردانہ شہادت سے بھی زیادہ اُن کی مظلومیت کا باعث بن گیا اور حقیقت یہ ہے کہ ان کے شہید کربلا بننے سے کہیں بڑی مظلومیت یہ ہے کہ بعد کی نسلوں کے سامنے ان کی شہادت کی تفصیلات کو جس متضاد انداز میں پیش کیا گیا، اس نے ان کی شخصیت اور مقصدِ شہادت دونوں پر دبیز پردے ڈال دیے اور نتیجہ کے طور پر یہ صورت حال پیدا ہو گئی کہ خود شہادت حسینؓ ہی نزاعی بن کر رہ گئی۔ ہماری تاریخ کا یہ المیہ مضحکہ خیز ہونے کے ساتھ ساتھ کس قدر فکر انگیز اور عبرتناک ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو شہید مظلوم بلکہ سید الشہداء و شہید اعظم قرار دینے والوں کو جن تاریخی مجموعوں سے روایات مل جاتی ہیں، ان ہی مجموعوں سے ان کو مجتہد مخطی بلکہ باغی اور ہلکے الفاظ میں خروج کرنے والا قرار دینے کے لیے بھی روایات مل جاتی ہیں۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بیٹے تھے، اس ایک فضیلت کے سوا ان کی کتابِ فضائل کا کون سا عنوان ہے جسے نزاعی نہ بنا دیا گیا ہو؟ وہ صحابیِ رسول تھے یا نہیں؟ ان کو زبانِ رسالت سے جوانانِ جنت کا سردار قرار دیا گیا یا نہیں؟ کوفیوں کی دعوت پر ان کا سفر کرنا، درست تھا یا نہیں؟ وہ محافظ اسلام تھے یا حریصِ خلافت؟ انھیں شہید مظلوم قرار دیا جائے یا باغی مقتول؟ یہ متضاد سوالات ہی نہیں بلکہ ایسی دو متوازی فکریں ہیں جن پر اُمتِ مسلمہ کی بہترین صلاحیتیں صدیوں سے صرف ہو رہی ہیں اور ہم پورے یقین کے ساتھ یہ بات کہہ سکتے ہیں کہ سبائیوں کی یہ وہ سب سے بڑی کامیابی ہے، جس کو عام کرنے کا سہرا ابومخنف لوط بن یحییٰ، ہشام کلبی، محمد بن ہشام، واقدی، مسعودی اور محمد بن جریر طبری کے سر بندھتا ہے۔ کیسی عجیب ہے یہ بات کہ ہمارے مؤرخین و محققین آج تک حتمی طور پر یہی فیصلہ نہ کر سکے کہ نواسۂ رسول سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا قتل کن ہاتھوں سے ہوا، اور ان کے اصل قاتل کون لوگ تھے؟ اور اسلامی قانون کے لحاظ سے ان کا مقام کیا ہے؟ کسی کو رافضی یا خارجی قرار دے کر اپنے دل کے پھپھولے پھوڑ لینا اور بات ہے، لیکن سچائی یہ ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی اصل مظلومیت یہی ہے کہ ان کو شہید جور و ستم قرار دینے والے بھی مسلمان قرار دیے جاتے ہیں اور انھیں باغی و جارح کی حیثیت سے یاد کرنے والے بھی علانیہ طور پر مسلمان

ہی گردانے جاتے ہیں، جبکہ شہید و باغی دونوں کے علیحدہ علیحدہ دنیاوی احکام اوراُخروی انجام سب ہی کومعلوم ہیں۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی صحابیت:

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ولادت ہونے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ان کا نام رکھنے، ان کی تحنیک کرنے، ان کا عقیقہ کرنے اوران کے حق میں دعاءِ خیر کرنے کے سلسلہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

اختلاف ہوا تو صرف اس بات میں کہ اصطلاحی طور پران کوصحابیت کا شرف حاصل ہوا یا نہیں؟ اوراس اختلاف کی بنیاد وہی ہے جس کا ذکر ہم حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی صحابیت کے سلسلہ میں مفصل طور پر کرآئے ہیں کہ چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت حضرت حسن رضی اللہ عنہ (۱) ہی بہت کمسن تھے، چہ جائیکہ ان کے چھوٹے بھائی حضرت حسین رضی اللہ عنہ جو کم از کم 11 ماہ تو ان سے چھوٹے تھے ہی، اس لیے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی طرح حضرت حسین رضی اللہ عنہ بھی صحابی نہ تھے۔ ہم حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی صحابیت کی بحث میں اس بات کی وضاحت کرچکے ہیں کہ عام طور پر محدثین واہل علم، صحابی اس خوش نصیب شخص کو قرار دیتے ہیں، جس نے ایمان کی حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی ہواور پھر ایمان ہی کی حالت میں اس کی موت بھی واقع ہوئی ہو۔ اس کے علاوہ صحابیت کے لیے اورکوئی شرط نہیں لگاتے اوراس تعریف کے اعتبار سے حضرت حسن رضی اللہ عنہ ہی کی طرح حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے صحابی ہونے میں بھی کوئی شبہ نہیں ہے، لیکن کچھ لوگوں نے صحابی ہونے کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحبت طویلہ (۲) کی بھی قید لگائی ہے، یا اسی طرح بعض لوگوں نے روایت کی قید لگائی ہے، ان قیود کی رعایت کرکے بھی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی صحابیت سے انکار کی کوئی گنجائش نہیں ہے، البتہ جن لوگوں نے صحابی ہونے کے لیے بالغ ہونے کی قید لگائی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جس وقت ملاقات ہو، اس وقت بالغ ہوتب ہی صحابی ہوسکتا ہے ورنہ نہیں۔ تو اوّلاً اس قول کو حافظ ابن حجر اور دوسرے محدثین نے رد کردیا ہے۔ (۳) اوراگراس قول کا اعتبار بھی کیا جائے تو یہ بات روایت کے لیے ہے کہ ایسا شخص جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کم عمری و نابالغی میں ملاقات کی ہو، بلوغ کی حالت میں نہیں۔ بعض لوگ اس کوصحابی تو مانتے ہیں، لیکن اس کی روایت کو تابعی کی روایت کی حیثیت دیتے ہیں۔ یعنی اگر اس نے براہِ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی قول یا عمل بیان کیا تو اسے مرسل کا حکم دیا جائے گا، مرفوع کا نہیں۔ (۴)

یعنی نابالغی کی بنیاد پر جن لوگوں نے صحابیت کا انکار کیا بھی ہے، وہ انکار صرف روایتِ حدیث کی حد تک ہے، عام نہیں اور عام طور پر وہ لوگ بھی ایسے شخص کوصحابی ہی قرار دیتے ہیں۔

ان تفصیلات کے سامنے آنے کے بعد اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ جو لوگ تحقیق کا پورا زور صرف کرکے عہدِ نبوی میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو بالکل دودھ پیتا بچہ ثابت کرتے ہیں اور پھر اس کے بعد پورے زوروشور کے ساتھ یہ اعلان کرتے ہیں کہ حسین رضی اللہ عنہ اتنے کم عمر بچہ تھے کہ وہ صحابی ہو ہی نہیں سکتے، وہ کیا تاثر دینا چاہتے ہیں؟ ہر مسلمان کا سب سے زیادہ لائق اعتماد انسانی گروہ صحابۂ کرام ہی کا ہے، کیونکہ یہی وہ جماعت ہے جس کے بارے میں اُمت کا اجماعی عقیدہ

ہے کہ ''الصحابۃ کلھم عدول '' (تمام صحابہ راست باز ہیں)، پھر جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے سلسلہ میں مطلقاً یہ کہا جائے کہ وہ صحابی نہیں ہیں، تو اسے ان کی حیثیت عرفی کو مجروح کر کے ان کے مقامِ عظمت کو گھٹانے کے سوا اور کس نام سے یاد کیا جا سکتا ہے؟ اور بس یہی وہ ناپسندیدہ کام ہے جس کو انجام دینے سے پہلے ایک مسلمان کو یہ ضرور سوچنا چاہیے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پسند کے ساتھ کیا معاملہ کر رہے ہیں؟

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت:

اسلامی تاریخ کے تاریک دنوں میں سے ایک دن ۱۰ر محرم الحرام ۶۱ھ کا بھی ہے، جس دن نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی بے دردانہ شہادت ان ہی لوگوں کے ہاتھوں ہوئی، جو اپنے آپ کو شہید مظلوم کا ہم مذہب ظاہر کرتے تھے اور جو اپنے کو اسی رسول کی غلامی سے وابستہ بتاتے تھے، جس کے نواسے حضرت حسین رضی اللہ عنہ، اس سے قطع نظر کہ قاتلانِ حسین رضی اللہ عنہ کون لوگ تھے اور اس حادثۂ الم کے پس پشت کس قسم کی سازش کام کر رہی تھی؟ کوئی بھی کلمہ گو نہ قتلِ حسین رضی اللہ عنہ پر راضی ہو سکتا ہے، نہ اس المیہ کے ذمہ داروں سے اپنی وابستگی پر فخر کر سکتا ہے۔ ہم اسے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے خونِ ناحق اور ان کی مظلومیت کی ایک شہادت ہی قرار دیں گے کہ ان کے قاتل آج اس طرح بے ننگ و نام ہو گئے کہ ان سے اپنی جسمانی یا روحانی وابستگی قائم کرنے والا دنیا کے پردہ میں کوئی نہیں ہے، لیکن اس کے باوجود خود حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے لیے شہید ہونا، ان کے تاجِ سعادت کا وہ انمول نگینہ ہے، جس کی قدر و قیمت سے وہ خود آگاہ ہوں گے، یا پھر وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان پر یقین کرتے ہوئے شہید کے مقام و مرتبہ سے واقف ہیں۔ تاریخ کی بے سروپا روایات کے ذریعہ حسینی شہادت کو رونے رلانے کا سامان کرنے والے یا اسے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی ایک عاجلانہ و عاقبت نااندیشانہ اقدام قرار دے کر استہزا کرنے والے تو صدیوں سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی مظلومیت میں اضافہ کر رہے ہیں۔

جہاں تک حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی تفصیلات کا معاملہ ہے تو ان کے مکہ سے کوفہ کے لیے روانگی تک یا زیادہ سے زیادہ کربلا پہنچنے تک کے واقعات ہم تک ان ذرائع سے پہنچے ہیں جن پر اعتماد کیا جا سکتا ہے۔ لیکن حادثۂ کربلا کی تمام تر تفصیلات سب سے پہلے طبری نے اپنی تاریخ میں ابومخنف لوط بن یحییٰ کی روایت سے بیان کی ہیں، اس کے بعد پھر تاریخ طبری ہی سے دوسری کتابوں میں نقل در نقل ہوتی رہیں۔ ہم ان واقعات کے مختلف پہلوؤں پر بحث کرنے سے پہلے چند ایسے امور کی وضاحت کر دینا چاہتے ہیں، جن سے قارئین خود آسانی کے ساتھ اندازہ کر لیں گے کہ حادثۂ کربلا کی تفصیلات اور حرب و جنگ کے مناظر کا بیان کس درجہ قابلِ اعتماد ہو سکتا ہے؟

۱۔ اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا حادثۂ عظمیٰ ۱۰ر محرم الحرام ۶۱ھ کو پیش آیا۔

۲۔ اس میں بھی کوئی اختلاف نہیں ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے افرادِ خاندان میں سے ان کے صاحبزادہ گرامی حضرت علی زین العابدین اور ان کے بھتیجے حضرت زید بن حسنؓ اور حضرت حسن مثنیٰ بن حسنؓ میدانِ کربلا سے زندہ

واپس آئے تھے اور یہ تینوں ہی بزرگوار کربلا میں پیش آنے والے المناک حادثہ اور اپنے افرادِ خاندان کی شہادتوں کے چشم دید گواہ تھے، لیکن اس حادثہ کی تفصیلات بیان کرنے والی کسی بھی روایت کا راوی ان تینوں میں سے کوئی بھی نہیں ہے۔

۳۔ حادثۂ کربلا کی تمام جزئی تفصیلات، مثلاً جنگ کس طرح شروع ہوئی؟ مبارز طلبی پر حسینی قافلہ سے پہلے کون لوگ آگے بڑھے؟ پیاسوں پر کیا بیتی؟ علی اصغر و سکینہ کیوں کر شہید ہوئے؟ عباس علمدار نے کیا کارنامے انجام دیے؟ وغیرہ وغیرہ۔ سب سے پہلے ابومخنف لوط بن یحییٰ نے اپنی کتاب مقتل حسین میں بیان کیں اور پھر اسی راوی سے روایت کرتے ہوئے ان تفصیلات کو محمد بن جریر طبری نے اپنی تاریخ میں جگہ دی۔

۴۔ ابومخنف کا تعارف کراتے ہوئے علامہ ابن حجر عسقلانی تحریر کرتے ہیں:

لوط بن یحیٰ ابو مخنف اخباری تالف لا یوثق به ترکه ابو حاتم وغیرہ.

وقال الدار قطنی ضعیف و قال یحیٰ بن معین لیس بثقه و قال مره لیس بشئی

وقال ابن عدی شیعی محترق صاحب اخبارھم قلت روی عن الصعق بن زھیر و جابر الجعفی و مجالد روی عنه المداینی و عبدالرحمٰن بن مغراء و مات قبل السبعین ومائه انتھی و قال ابو عبید الآجری سألت ابا حاتم عن فنفض یدہ و قال احد یسأل عن ھذا و ذکرہ العقیلی فی الضعفاء. (لسان المیزان، ج: ۴، ص: ۴۹۳،۹۲)

ترجمہ: لوط بن یحییٰ ابومخنف ایک مؤرخ ہے، جس نے اس موضوع پر کتابیں لکھیں، قابلِ بھروسہ نہیں ہے، ابو حاتم وغیرہ نے اسے متروک قرار دیا ہے۔

اور دارِقطنی نے کہا ہے کہ یہ ضعیف راوی ہے۔ اور یحییٰ بن معین نے کہا کہ یہ معتبر نہیں ہے، اور ایک مرتبہ یہ کہا کہ یہ تو کچھ ہے ہی نہیں۔

اور ابن عدی نے کہا کہ یہ جلا بھنا (یا آگ لگانے والا) شیعہ ہے اور انھی کی خبریں بیان کرتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ صعق بن زہیر اور جابر جعفی (۵) اور مجالد (۶) سے روایت کرتا ہے اور اس سے مداینی و عبدالرحمٰن بن مغراء نے روایت کیا ہے، ۱۷۰ سے پہلے فوت ہوا، انتہی۔ اور ابوعبید آجری نے کہا کہ میں نے ابوحاتم سے اس کے (ابومخنف کے) سلسلہ میں پوچھا تو انھوں نے اپنا ہاتھ جھٹک کر کہا، ایسے شخص کے بارے میں بھی کچھ پوچھا جاتا ہے اور عقیلی نے اس کا ذکر الضعفاء میں کیا ہے۔

۵۔ محمد بن جریر طبری کی ولادت ۲۲۴ھ کے آخر یا ۲۲۵ھ کے شروع میں ہوئی اور وفات ۳۱۰ھ میں ہوئی۔ (۷)

مندرجہ بالا امور کو سامنے رکھ کر غور کیا جائے تو یہ بات خود بخود نکھر کر سامنے آجاتی ہے کہ شہادتِ حسین رضی اللہ عنہ کی تمام تفصیلات اور کربلائی داستان کی حیثیت ابومخنف کے دجل و فریب اور اطمینان سے بیٹھ کر تیار کیے گئے جھوٹ کے پوٹ کے سوا اور کچھ نہیں ہے اور اسے پروان چڑھانے اور نشر کرنے میں طبری نے اس کا پورا پورا ساتھ دیا۔ ابومخنف کربلا کے واقعات کی تفصیلات اتنی ڈھٹائی کے ساتھ بیان کرتا ہے، جیسے یہ خود ان واقعات کا چشم دید گواہ ہو، جبکہ حادثۂ کربلا کے

وقت یہ پیدا بھی نہیں ہوا تھا، اسی طرح طبری، ابومخنف سے روایت کرتے ہوئے ان واقعات کو پوری تفصیل کے ساتھ اپنی تاریخ میں بیان کرتے ہیں، جبکہ نہ ابومخنف کے بیانات لائق اعتناء تھے، نہ ہی طبری نے ابومخنف کو دیکھا تھا، کیونکہ طبری کی ولادت سے کم از کم ۵۵ برس پہلے ابومخنف فوت ہو چکا تھا، اس کے باوجود طبری اس کے منقولات کو اس طرح روایت کرتے ہیں، جیسے وہ ان کا استاذ ہو اور طبری نے براہِ راست اس سے سماعت کی ہو۔

ابومخنف کے کذب وافترا کا شاہکار مقتل حسین نامی کتاب کا تو اب کہیں وجود نہیں ہے، لیکن اس کے عقائد کو طبری نے اپنی تاریخ میں نقل کر کے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی اور ان کی شہادت کو قیامت تک کے لیے موضوعِ بحث بنا دیا، کیونکہ بعد کی تاریخوں میں طبری کی روایات ہی کو نقل کیا گیا اور پھر نقل در نقل، اور ان روایات پر نقد و جرح کا جو سلسلہ چلا تو شہادت حسین رضی اللہ عنہ کو ایک ایسا افسانہ بنا دیا گیا جیسے تاریخِ اسلام کی یہ پہلی شہادت تھی اور اس کی وجہ سے پورے عالمِ اسلام میں بھونچال آ گیا تھا۔

جبکہ واقعات ثابتہ کی ترتیب ہمیں یہ بتاتی ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت بھی اسی سبائی فتنہ کی ایک کڑی تھی، جس کی وجہ سے خلیفۂ مظلوم حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی۔ پھر اسی شہادت کے نتیجہ میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں جنگ جمل اور جنگِ صفین برپا ہوئیں۔ (۸) پھر اسی فتنہ کے زیر اثر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی، ان کے فرزندِ اکبر حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو طرح طرح سے تنگ کیا گیا اور ان کو رُسوا و ذلیل کرنے میں کوئی دقیقہ نہیں چھوڑا گیا۔ پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات ہوتے ہی اس زیر زمین فتنہ کو ایک مرتبہ نئی قوت اور نئے حوصلوں کے ساتھ سر اٹھانے کا موقع ملا، جس کے نتیجہ میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا حادثۂ جانکاہ پیش آیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

یزید کا کردار کیا تھا؟ یزید کی امارت حق بجانب تھی یا نہیں؟ اور یزید کی امارت سے اس وقت کے اہل الرائے متفق تھے یا نہیں؟ ان متنازعہ بحثوں میں پڑے بغیر ہم ایک متفق علیہ بات جانتے ہیں کہ یزید کی امارت سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو اتفاق نہ تھا اور انھوں نے یزید کی خلافت کی بیعت کرنے سے انکار کر دیا تھا، کوفہ کے سبائیوں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے نام خطوط لکھ کر اور ان کی خدمت میں اپنے وفود بھیج کر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو یہ کھلا ہوا فریب دیا کہ عراق کے تمام باشندے آپ کے موقف سے پوری طرح متفق ہیں، وہ یزید کی بیعت کا قلادہ اپنی گردنوں سے اتار کر، بس آپ کے منتظر ہیں کہ آپ تشریف لائیں اور یہ تمام لوگ آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت کریں۔ یہ وہی سبائی تھے، جنھوں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے والد بزرگوار حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اسی طرح فریب دے کر اپنی وفاداری کا اس درجہ یقین دلایا تھا کہ انھوں نے اپنا دارالخلافہ مدینہ طیبہ سے کوفہ منتقل کر لیا تھا۔ لیکن پھر ان کوفیوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ کس طرح دغا کی اور کس طرح ان کو خون کے آنسو رلائے اور کس طرح ان کو بے یار و مددگار کیا اور بالآخر حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعۂ ہائلہ پیش آیا؟ اس کی تفصیلات بیان کرنے کا نہ یہ موقع ہے، نہ ہی ان تسلیم شدہ حقائق کی تفصیلات بیان کرنے کی چنداں ضرورت ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فرزندِ اکبر حضرت حسن رضی اللہ عنہ،

کچھ تو اپنی طبعی صلح پسندی کی وجہ سے اور کچھ اس وجہ سے کہ انھوں نے اپنے والد گرامی کے ان وفاداروں کی وفاداریاں اپنی آنکھوں سے دیکھی اور کانوں سے سنی تھیں، ان سبائیوں کے نرغے میں نہیں آئے اور ان کوفی سبائیوں کے مشوروں کے علی الرغم انھوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے مصالحت کا تاریخ ساز فیصلہ کر کے خلافت سے دست برداری حاصل کر لی۔ اگر چہ اس مصالحت کے نتیجہ میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو ان سبائیوں کے ہاتھوں بڑے روح فرسا مظالم برداشت کرنا پڑے، لیکن بہر حال یہ ایک حقیقت ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ سبائیوں کے دامِ تزویر سے صاف بچ کر نکل گئے۔ اب خانوادۂ رسالت کے تیسرے فرد حضرت حسین رضی اللہ عنہ تھے، جن کو سبائیوں نے اپنا نشانہ بنایا اور یہ ایک کربناک سچائی ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ ان کوفی سبائیوں کی منظّم سازش کے شکار ہو گئے اور اپنے قریب ترین ولائق اعتماد اعزہ مثلاً حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت محمد بن علی وغیرہما کی فہمائشوں اور دوررس مشوروں کو رد کر کے کوفہ کے لیے عازمِ سفر ہو گئے۔ مکہ میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو بتایا گیا تھا کہ صوبہ عراق کے تمام مسلمانوں نے آپ کے ہاتھوں پر خلافت کی بیعت کرنے کا ارادہ کر لیا ہے اور آپ کے نمائندہ حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں پر اٹھارہ ہزار افراد نے بیعت کر لی ہے۔ ایک لاکھ سے زائد افراد آپ کے لیے چشمِ براہ ہیں اور انھوں نے ہر طرح آپ کا ساتھ دینے کے لیے طلاق وعتاق کی قسمیں کھا رکھی ہیں۔ اور یہ ساری یقین دہانیاں ان ساٹھ سبائیوں نے کرائی تھیں جو کہ کوفہ سے خاص اسی مقصد کو لے کر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تھے کہ کسی بھی طرح ان کو کوفہ کے سفر کے لیے رضا مند کریں۔ سبائیوں کی اس مکر وفریب سے بھری شاطرانہ سازش کو مزید قوت اس خط سے بھی ملی جو حضرت مسلم بن عقیل کے نام سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تھا اور جس میں یہ درج تھا کہ آپ کی خلافت کے لیے میرے ہاتھوں پر بارہ ہزار افراد اب تک بیعت کر چکے ہیں (۹)۔ ان تمام واقعات سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ یزید کے خلاف ایک عوامی انقلاب کی ضرورت ہے اور اس انقلاب کی قیادت کے لیے متفقہ طور پر لوگوں کی نگاہیں میری طرف اٹھ رہی ہیں، چنانچہ وہ ایک عوامی مطالبہ کی تکمیل کی نیت سے مکہ سے کوفہ کے لیے روانہ ہو گئے۔ کوفہ پہنچنے سے پہلے ہی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو جستہ جستہ اصل حقیقت کا علم ہوتا گیا، پھر ان کو یہ بھی اطلاع مل گئی کہ ان کے نمائندہ حضرت مسلم بن عقیل کو شہید کر دیا گیا۔ حتیٰ کہ جب وہ مقامِ حاجر پہنچے تو یہ اعلان کر دیا کہ ہمارے گروہ کے لوگوں نے ہمارا ساتھ چھوڑ دیا ہے۔ مزید جو لوگ جانا چاہیں واپس جا سکتے ہیں، ہمیں کوئی اعتراض نہ ہوگا۔

اس اعلان کے بعد کافی لوگ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو چھوڑ کر واپس چلے گئے، پھر جب کوفہ کے گورنر عبیداللہ بن زیاد کے نمائندہ عمر بن سعد نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی اور ان سے دریافت کیا کہ آپ کیا چاہتے ہیں؟ تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ''اے عمر! تین میں سے میری ایک بات مان لو، یا تو مجھے چھوڑ دو کہ میں جیسے آیا ہوں، ویسے ہی چلا جاؤں۔ اگر یہ نہیں تو پھر مجھے یزید کے پاس لے چلو تا کہ میں اس کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے دوں، پھر وہ جو چاہے فیصلہ کرے اور اگر یہ بھی نہیں چاہتے تو مجھے ترکوں کی طرف جانے دو تا کہ ان سے جہاد میں میں اپنی جان دے دوں (۱۰)۔

پھر کیا ہوا؟ پھر یقیناً یہی ہوا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی جنگ ٹالنے کی یہ مخلصانہ کوشش کامیاب نہ ہوسکی اور دشمنانِ حسین رضی اللہ عنہ نے ہاتھ آئے ہوئے شکار کو نکلتا دیکھ کر جنگ چھیڑ دی اور اس طرح تاریخ اسلام کا یہ بدنما واقعہ پیش آ کر رہا کہ نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم، شہید مظلوم حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما نے اپنے خاندان کے کچھ قریبی اعزہ اور بہی خواہوں کے ساتھ کربلا کے میدان میں جامِ شہادت نوش کرلیا۔

سبائی سازش کامیاب ہوگئی، حسین رضی اللہ عنہ شہید ہوگئے، مگر نہیں، سبائی نامراد ہوئے کیونکہ قاتلانِ حسین رضی اللہ عنہ سے اپنا رشتہ جوڑنے والا کوئی نہیں ہے اور حسین رضی اللہ عنہ سرخرو ہوئے کیونکہ

شہادت ہے مقصود و مطلوبِ مومن
نہ مالِ غنیمت نہ کشور کشائی

چند ضروری وضاحتیں:

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت یقیناً تاریخ اسلام کا ایک سیاہ صفحہ ہے، لیکن ابومخنف سے پہلے اس حادثہ سے دل چسپی لینے والا اور اس کی تفصیلات کو چٹخارے لے لے کر بیان کرنے والا ہم کو کوئی نہیں ملتا، نہ آہ وفغاں ہے، نہ ماتم وشیون ہے اور نہ ہی یزید پر طعن اور اس کا دفاع ہے۔ آخر ایسا کیوں ہے؟ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے جواں عمر فرزند اور ان کے حقیقی وارث حضرت علی زین العابدین حادثۂ کربلا کے چشم دید گواہ تھے، پھر کیا وجہ ہے کہ ان کی طرف سے قصاص کا کوئی مطالبہ نہیں کیا گیا، حادثۂ کربلا کے دوسال بعد جب حادثۂ حرہ پیش آیا تو حضرت زین العابدین اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے دوسرے افرادِ خاندان کے لیے بہت اچھا موقع تھا کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا ساتھ دے کر یزید سے اپنے والد حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے خونِ ناحق کا انتقام لے لیتے، لیکن واقعہ یہ ہے کہ اس موقع پر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے افرادِ خاندان میں سے کسی نے حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کا ساتھ نہیں دیا۔ آخر ان حضرات کا یہ مؤقف کیوں تھا؟ پھر اس کے بعد جب سبائیوں نے ''التوابون'' بن کر اور اپنی پچھلی حرکتوں پر ندامت کا اظہار کر کے خونِ حسین کا بدلہ لینے کے لیے اپنی جارحانہ تحریک شروع کی، تو حضرت زین العابدین یا دیگر بنی ہاشم نے ان کا ساتھ کیوں نہیں دیا اور ان تحریکوں سے اپنے کو الگ کیوں رکھا؟ کیا کوئی جرأت مند ہے جو یہ کہہ سکے کہ حضرت زین العابدین اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے دیگر افرادِ خاندان کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی بے دردانہ، مظلومانہ شہادت سے رنج نہیں ہوا تھا؟ یا یہ کہنے کی کسی میں ہمت ہے کہ ان لوگوں کو رنج تو ہوا تھا، مگر یہ نعوذ باللہ اتنے پست ہمت اور بے حمیت تھے کہ نہ انھوں نے قصاص کا مطالبہ کیا نہ ہی انتقام لینے کی بات کبھی سوچی؟ ہمارا خیال یہ ہے کہ بات ایسی نہیں ہے، بلکہ واقعہ یہ ہے کہ چونکہ یہ حضرات، ابومخنف کی روایات کے ذریعہ نہیں بلکہ پوری صورتِ حال کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے اور کانوں سے سننے کی وجہ سے اس نتیجہ پر پہنچے تھے کہ اس افسوسناک اور قابلِ نفریں حادثہ کے لیے حکومتِ وقت، یا اس کا سربراہ یزید نہیں بلکہ کوفہ کے وہ سبائی ذمہ دار ہیں، جنھوں نے واقعات کی غلط تصویر پیش کر کے اور عوامی انقلاب کی ضرورت کا چکمہ دے کر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو کوفہ بلوایا تھا اور پھر کربلا کے میدان میں ان کو بے یار و مددگار کر کے اپنی گردن کٹوانے پر مجبور کر دیا تھا، اسی لیے نہ ان

حضرات نے ''التَّوابُون'' کی توبہ تسلیم کی، نہ ان کو اپنا کسی قسم کا تعاون دیا، نہ ہی واقعۂ حرہ میں کسی طرف سے شرکت کی۔

اسی جگہ تصویر کا دوسرا رخ بھی سامنے آجانا مناسب ہے کہ بعض لوگ حمایتِ یزید کے جوش میں یزید اور اس کی حکومت کے خلاف حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے اس اقدام کو خروج یا بغاوت سے تعبیر کرتے ہوئے یزید کو برسرِ صواب اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو برسرِ خطا بتاتے ہیں۔ ایسا کہنے والے اُمّت کے اجماعی موقف کو کورانہ تقلید اور اپنی بے جا جسارت و گستاخی کو تحقیق کا نام دیتے ہیں۔ ہم ایسی تحقیق سے سو بار اللہ کی پناہ مانگتے ہوئے یہی کہتے ہیں کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے جن حالات اور جن خبروں کی بنیاد پر جو اقدام کیا، وہ برسرِ حق تھا اور ایک مجتہد مطلق ہونے کے ناتے ان کے لیے اس کے علاوہ کوئی دوسرا اقدام کرنا جائز بھی نہ تھا۔

جہاں تک اصحابِ تحقیق کا معاملہ ہے تو ان کی دلیل یہی ہے کہ چونکہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ یزید کی متفق علیہ اور قائم شدہ خلافت کے خلاف خروج کیا، اس لیے وہ بہر حال باغی قرار پائیں گے، قطعِ نظر اس کے کہ فضیلت و مرتبہ میں یزید کے مقابلہ میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کہیں بڑھے ہوئے تھے، لیکن شریعت مقدسہ کی واضح تعلیمات کی روشنی میں مسلمانوں کے اتفاق کے بعد کسی خلیفہ کے خلاف خروج کی اجازت نہیں ہے اور ایسے کسی اقدام کو خروج یا بغاوت ہی سے تعبیر کیا گیا ہے، جو بہر حال ایک جرم ہے۔

اس مغالطہ کی بنیاد اس بات پر ہے کہ پہلے یزید کی خلافت کو ایسی متفق علیہ قرار دے لیا گیا کہ گویا اہل الرائے افراد میں سے کسی کو اس سے اختلاف ہی نہ تھا اور پھر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے اختلاف کو ایک عامی کے اختلاف یا زیادہ واضح الفاظ میں حکومت کی ہوس سے تعبیر کر کے ان کے اقدام کو بغاوت قرار دے لیا گیا۔

حالانکہ واقعہ یہ نہیں ہے، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یزید کی خلافت سے متعدد اہل الرائے اور مجتہد اصحاب رضی اللہ عنہم مثلاً حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اور حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ نے ولی عہدی کے وقت ہی اختلاف ظاہر کیا تھا، ان میں سے دیگر حضرات نے تو بعد میں اپنا اختلاف واپس لے لیا تھا، لیکن حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہم کے متعلق واضح طور پر ہم کو یہ معلوم ہے کہ انھوں نے اپنا اختلاف واپس نہیں لیا تھا اور ان دونوں نے نہ ولی عہدی کی بیعت کی، نہ ہی بعد میں امارت قائم ہونے کے وقت۔ اگر ہم اس بات کو تسلیم بھی کر لیں کہ ان دونوں کا ہم نوا اور کوئی نہ تھا اور بقیہ تمام اہل الرائے حضرات نے یزید کی بیعت قبول کر لی تھی، تو بھی ان دونوں حضرات کے اختلاف کو بدنیتی اور حکومت کی ہوس سے تعبیر کرنا، ایک بے ہودہ جسارت کے سوا کچھ نہیں ہے، کیونکہ ان دونوں بزرگواروں کے مجتہد ہونے کی حیثیت سے انکار کرنے کی تو شاید کوئی بھی جرأت نہ کر سکے، پھر اگر دوسری تمام غیر معتبر اور تشنۂ تحقیق باتوں سے قطع نظر، انھوں نے صرف اپنے اجتہاد کی بنیاد پر پوری نیک نیتی کے ساتھ یزید کی خلافت قبول کرنے سے انکار کر کے ذاتی طور پر بیعت نہیں کی تو اسے کیونکر جرم گردانا جا سکتا ہے؟ البتہ یہ ضرور ہے کہ اگر دیگر تمام اہل الرائے حضرات نے بیعت کر لی تھی اور عوام نے یزید کو خلیفۃ المسلمین کی حیثیت سے تسلیم کر لیا تھا، تو حکومت قائمہ کے خلاف کوئی اقدام کرنے کی نہ ان دونوں حضرات کو اجازت ہو سکتی تھی، نہ ہی کسی اور کو۔ چنانچہ حضرت

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما اور حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما دونوں میں سے کسی کے لیے کسی ضعیف سے ضعیف بلکہ موضوع روایت سے بھی یہ ثابت نہیں کیا جاسکتا کہ انھوں نے بیعت سے انکار کے بعد خلافت سازی کی کوشش شروع کردی ہو، جہاں تک حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا معاملہ ہے تو ان کو مکہ مکرمہ میں کوفیوں کے پیہم خطوط ملے کہ عراق کے لوگ یزید سے بیعت نہ کرکے آپ کے ہاتھوں پر بیعت کرنا چاہتے ہیں، آپ فوراً کوفہ آجائیے تاکہ اُمت مسلمہ اختلال وانتشار سے محفوظ ہوجائے۔ یہ خطوط کوفہ کے ایسے مقتدر و باعزت افراد کی طرف سے لکھے ہوئے تھے جن کے اصرار کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نظر انداز نہیں کرسکتے تھے، پھر بھی انھوں نے احتیاط کے طور پر حضرت مسلم بن عقیل رحمہ اللہ کو صحیح صورتِ حال کا پتہ لگانے کے لیے کوفہ بھیجا۔ حضرت مسلم رحمہ اللہ کی کوفہ روانگی سے پہلے اور بعد میں کوفہ کے سبائیوں کے متعدد وفود بھی حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے مکہ میں آکر ملاقاتیں کرکے اور اسی مضمون کو بیان کرکے جو خطوط میں لکھا گیا تھا، حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے کوفہ کی طرف کوچ کرنے کی درخواستیں کرتے رہے تھے۔ پھر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے نمائندہ، حضرت مسلم بن عقیل رحمہ اللہ کی طرف سے وہ خط حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو ملا۔ جس میں لکھا گیا تھا کہ کوفہ کے بارہ ہزار، یا ایک روایت کے مطابق اٹھارہ ہزار اور ایک دوسری روایت کے مطابق ساٹھ ہزار افراد تک نے آپ کی خلافت کے لیے میرے ہاتھوں پر بیعت کرلی ہے اور یہاں عام طور پر لوگ انقلابِ حکومت چاہتے ہیں اور آپ کے سوا کسی دوسرے کو خلیفہ کی حیثیت سے قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ پھر آخر کوفہ کے ساٹھ سبائیوں پر مشتمل وہ وفد حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے آکر ملا، جس نے ہر طرح اس بات کی یقین دہانی کرائی کہ تمام اہلِ عراق آپ اور صرف آپ کی خلافت پر متفق ہوچکے ہیں، بڑی تعداد میں لوگوں نے یزید کی حکومت قبول کرنے سے صاف انکار کردیا ہے اور وہ یزید کے عمال کے مظالم کے شکار ہورہے ہیں، بقیہ لوگ آپ کے کوفہ پہنچنے کے منتظر ہیں۔

یہ صحیح ہے کہ کوفہ کے واقعی حالات وہ نہیں تھے، جو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے سامنے بیان کیے گئے تھے اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ تک خطوط اور وفود کے ذریعہ پہنچائی جانے والی یہ تمام خبریں کوفہ کے ان تھوڑے سے سبائیوں کی سازش کا ایک حصہ تھیں، جنھوں نے اس سے پہلے اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی فریب دیا تھا۔ لیکن سوال یہ ہے کہ کیا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے لیے اس بات پر یقین کرلینے کے لیے کافی اسباب نہ تھے کہ عراق کے لوگ عوامی انقلاب کے ذریعہ حکومت تبدیل کرنا چاہتے ہیں اور میرے سوا کسی دوسرے کی قیادت پر وہ لوگ متفق نہیں ہوسکتے ہیں؟ حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت عبداللہ بن جعفرؓ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم کے دوسرے، جن ہمدردوں و بہی خواہوں نے ان کو کوفہ جانے سے روکا تھا، وہ ان کے سابقہ تجربات کی بنیاد پر تھا، جو اہلِ کوفہ کی طرف سے اب تک ہوئے تھے۔ اور جن سے یہ بات واضح ہوچکی تھی کہ یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان اور ان کے ذریعہ برپا ہونے والے دین کے دشمن ہیں اور ہرگز اس لائق نہیں ہیں کہ ان پر اعتماد کیا جاسکے۔ اس کے برخلاف حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے اطمینان کے لیے سب سے بڑی بات یہ تھی کہ ان کے نمائندہ مسلم بن عقیل رحمہ اللہ نے بھی کوفہ پہنچ کر اور وہاں کے حالات کا جائزہ لے کر وہی بات لکھی، جو کوفہ سے آنے والے لوگ زبانی بتارہے تھے، ان حالات میں اگر حضرت حسین

رضی اللہ عنہ نے عوامی انقلاب کی قیادت کے خیال سے مکہ مکرمہ سے کوفہ کا سفر شروع کیا، تو اسے خروج یا بغاوت سے تعبیر کرنا کیسے صحیح ہوسکتا ہے؟ بغاوت نام ہے کسی متفق علیہ اور قائم شدہ حکومت کے خلاف کسی فرد یا چند افراد پر مشتمل ایک چھوٹے سے گروہ کے اقدام کا، جبکہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا معاملہ اس سے بالکل مختلف تھا، وہ تو اپنے علم و یقین کے مطابق عراقی عوام کو ان کی خواہش و اصرار پر مظالم سے بچانے، ان کو متحد کرنے اور خلافتِ اسلامیہ عطا کرنے کا جذبہ لے کر روانہ ہوئے تھے۔ اس پس منظر میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی مکہ سے روانگی کو خروج اور بغاوت سے تعبیر کرنا بہت ہی سنگین جسارت اور بہت بڑا ظلم ہے، پھر ایسی صورت میں جبکہ بعد کے واقعات نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے موقف اور ان کے ارادوں کو پوری طرح واضح کر دیا، کہ کوفہ پہنچنے سے پہلے ہی جب ان کو حضرت مسلم بن عقیل رحمہ اللہ کی شہادت اور دوسرے واقعات سے یہ یقین ہوگیا کہ پرانے شکاریوں نے نئے جال کے ذریعہ فریب دیا ہے۔ اور پھر کوفہ پہنچ کر اور اہلِ کوفہ سے مل کر جب انھیں یہ معلوم ہوگیا کہ یہاں کوئی عوامی شورش نہیں ہے، کوفہ کے مقتدر و اہل الرائے افراد یزید کی بیعت پر عام طور پر قائم ہیں، ان کے نام سے میری طرف بھیجے گئے خطوط جعلی تھے اور یزید اور اس کے عمال مکہ سے میرے کوفہ آنے کو حکومتِ وقت کے خلاف خروج سمجھ رہے ہیں، نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کی جگہ عبیداللہ بن زیادہ کو کوفہ کا گورنر اسی لیے مقرر کیا جا چکا ہے کہ وہ پوری مستعدی اور فوجی قوت کے ساتھ میرا مقابلہ کرے، وہ لوگ جنھوں نے ساتھ دینے اور بیعت کرنے کے وعدے کیے تھے، سب غائب ہو چکے ہیں، غرضیکہ جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو پوری طرح اس بات کا اندازہ ہوگیا کہ مکہ میں بتائے گئے حالات سے کوفہ کے حالات بالکل مختلف ہیں اور یہاں کسی عوامی انقلاب کی نہ طلب ہے اور نہ موقع تو انھوں نے عبیداللہ بن زیادؒ کے نمائندہ عمر بن سعد سے صاف صاف کہہ دیا کہ:

''میری تین باتوں میں سے ایک مان لو، یا مجھے واپس جانے دو، یا یزید کے پاس پہنچا دو یا ترکوں کی طرف جانے دو تا کہ میں ان سے جہاد کرسکوں''۔

مگر ان سبائیوں کو جو ہزار جتن کر کے اور شرم و حیا کو بالائے طاق رکھ کر نہ جانے کن کن مکاریوں سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو یہاں لائے تھے، یہ کیونکر گوارہ ہوسکتا تھا کہ اب حضرت حسین رضی اللہ عنہ بچ کر نکل جائیں؟ کیونکہ انھیں اچھی طرح معلوم تھا کہ اگر حضرت حسین رضی اللہ عنہ یہاں سے زندہ واپس چلے گئے تو ہماری ساری سازش کھل کر رہے گی اور یزید پر حسین رضی اللہ عنہ کی بے گناہی کے ساتھ ساتھ یہ بھی ظاہر ہو کر رہے گا کہ حسین رضی اللہ عنہ کو کس طرح کوفہ کا سفر کرایا گیا اور کن کن لوگوں کا اس میں ہاتھ تھا؟ اور یہ سب ظاہر ہونے کے بعد ان سبائیوں کو اپنا انجام معلوم تھا، اس لیے انھوں نے ڈھکا پردہ، ڈھکا رکھنے ہی میں اپنی عافیت سمجھی اور نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسین رضی اللہ عنہ پر وہ جنگ مسلط کر دی جو بالآخر ان کی مظلومانہ شہادت پر ختم ہوئی۔

یہ ہیں وہ حقائق، جن سے یہ بات سمجھ میں آ جاتی ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے مکہ سے کوفہ کے لیے روانہ ہوتے وقت جو مؤقف اختیار کیا تھا، وہ اس وقت کے معلوم حالات و اخبار کی بنا پر بالکل مناسب اور درست تھا، پھر جب ان کے سامنے حالات و واقعات کی صحیح صورت آئی اور انھوں نے اپنے مؤقف میں تبدیلی کی وہ اس وقت کے لحاظ سے

بالکل درست و مناسب تھا۔

سچائی یہ ہے کہ نہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو خلافت و امارت کی ہوس تھی، نہ وہ اُمّت کے خون میں اپنے ہاتھ رنگنا پسند کرتے تھے اور نہ ہی اپنی اور اپنے افرادِ خاندان کی بربادی و ہلاکت کو پسند کرتے تھے، جو کچھ ہوا، وہ سبائیوں کی نہایت منظم اور منصوبہ بند سازش سے ہوا۔ جس کے لیے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو کسی طرح ذمہ دار نہیں قرار دیا جا سکتا، اس لیے جو لوگ یزید کی حمایت کے جوش میں مقامِ حسین رضی اللہ عنہ کو فراموش کر کے ان پر خروج و بغاوت کی پھبتی کستے ہیں، وہ نہ صرف کردارِ حسین رضی اللہ عنہ کو مجروح کر کے ان کی مظلومیت میں اضافہ کرتے ہیں، بلکہ تاریخ کو مسخ کر کے ناقابلِ معافی مجرمین کی فہرست میں اپنا نام درج کراتے ہیں۔

اسی سلسلہ کی ایک اور بات بھی ہے کہ جس کی وضاحت ضروری ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کا یزید کی طرف انتساب بھی سبائیوں کی اسی مکروہ سازش کا ایک حصہ ہے، جس کے ذریعہ وہ اسلام کے خوبصورت پیکر کو داغدار بنا کر پیش کرنا چاہتے ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی المناک شہادت کا حادثہ یزید کے دورِ امارت میں پیش آیا۔ لیکن اس کا لازمی نتیجہ یہی نہیں ہے کہ یہ شہادت یزید کے حکم یا اس کے ایما سے ہوئی تھی، کیونکہ یزید کے سلسلہ میں کسی کمزور سے کمزور تاریخی روایت میں بھی یہ بات نہیں بیان کی گئی ہے کہ اس نے کسی بھی شخص کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کا حکم دیا ہو، یا قتلِ حسین رضی اللہ عنہ پر اپنی رضامندی ظاہر کی ہو، بلکہ حافظ ابن کثیر تو تحریر کرتے ہیں کہ:

''حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کے ایک آزاد کردہ غلام کا بیان ہے کہ جب یزید کے سامنے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک لا کر رکھا گیا تو میں نے اسے روتے دیکھا، اس نے کہا کہ اگر ابن زیاد اور حسین رضی اللہ عنہ میں باہم کوئی رشتہ ہوتا تو وہ (حسینؓ کے ساتھ) ایسا معاملہ نہ کرتا۔ (البدایہ والنہایہ، ج: ۸، ص: ۱۷۱)

اسی طرح ایک دوسری روایت کے مطابق:

''جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک یزید کے سامنے آیا تو اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور اس نے اپنے لشکر کے لوگوں سے کہا کہ اگر تم حسینؓ کو قتل نہ کرتے تو میں تم سے کچھ نہ کہتا۔ اللہ ابنِ سمیہ (ابن زیاد) پر لعنت کرے، خدا کی قسم! اگر میں ہوتا تو حسین رضی اللہ عنہ کو معاف کر دیتا (قتل نہ کرتا)۔ (الاصابہ، ج: ۱، ص: ۱۹۰)

اس قسم کے اور بھی بیانات تاریخ کی مختلف کتابوں میں یزید سے منسوب ہیں، جن سے یہی واضح ہوتا ہے کہ یزید نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت پر اپنے رنج اور افسوس کا اظہار کیا، اس لیے یزید کو قاتلِ حسین رضی اللہ عنہ کے نام سے یاد کرنا اور یزید کے نام سے اس طرح نفرت کرنا کہ حضرت عمر اور حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کے غیر نزاعی قاتلوں کے نام بے تکلف لیے جائیں اور اپنے بچوں کے نام حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مجوسی قاتل کے نام پر فیروز رکھ دیے جائیں تو کچھ حرج نہیں، لیکن یزید کا نام اس لیے نہ آنے پائے کہ وہ قاتلِ حسین رضی اللہ عنہ ہے، انتہائی احمقانہ اور گمراہ کن خیال ہے۔ کیونکہ اس کے علاوہ کہ یزید کا قاتلِ حسین رضی اللہ ہونا، یا قتلِ حسین رضی اللہ عنہ پر راضی ہونا کہیں سے ثابت نہیں ہے، یزید کے نام کے بہت سے دوسرے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم و تابعین عظام گزرے ہیں، لہٰذا

اس نام سے نفرت انتہائی مضحکہ خیز ہے۔

کچھ لوگ یزید کے قتلِ حسین رضی اللہ سے راضی ہونے پر اس بات سے استدلال کرتے ہیں کہ اگر چہ یزید کا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے کا حکم تو نہیں ملتا، لیکن اگر اسے واقعی یہ امر ناگوار گزرا ہوتا تو اس نے قاتلانِ حسینؓ سے قصاص لیا ہوتا اور مجرمین کو کیفرِ کردار تک پہنچایا ہوتا، جس کا ثبوت نہیں ملتا، تو یہ استدلال انتہائی بے ہودہ ہے۔ کیونکہ اوّلاً تو جیسا کہ گزشتہ صفحات میں بیان کیا گیا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ورثاء کی طرف سے قصاص کا مطالبہ نہیں کیا گیا، جبکہ یہ ان ہی کا حق تھا، پھر اس کی بھی وضاحت ہوگئی کہ قتلِ حسین رضی اللہ عنہ میں سبائیوں کی گہری اور منصوبہ بند سازش کا دخل تھا اور کسی ایک فرد کو اس سلسلہ میں نامزد نہیں کیا جا سکتا تھا۔ ایسے حالات میں حکومتِ وقت کی کچھ انتظامی مجبوریاں ہوتی ہیں اور ان تمام افراد کو جو کسی بھی درجہ میں سازش کے شریک ہوں، قابلِ مواخذہ قرار دینے میں بدامنی اور خلفشار پھیلنے کا شدید خطرہ ہوتا ہے، جس کی رعایت سے حکمران کو ایسے معاملات کو معرضِ التوا میں ڈال کر مناسب وقت کا انتظار کرنا پڑتا ہے۔ جیسا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کے سلسلہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کیا تھا۔ اور باوجود شدید مطالبہ کے وہ قاتلانِ عثمان رضی اللہ عنہ سے قصاص نہیں لے سکے تھے، لیکن اس کے باوجود کوئی صاحبِ ایمان ہرگز نہ یہ کہہ سکتا ہے، نہ ہی خارجیوں کی اس بے بنیاد پر کوئی یقین کر سکتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل میں حضرت علی رضی اللہ عنہ شریک تھے۔ **سبحانک ھذا بھتان عظیم۔**

پھر کیا وجہ ہے کہ صرف قاتلانِ حسین رضی اللہ عنہ سے انتقام نہ لے سکنے کی بنیاد پر یزید کو قتلِ حسین رضی اللہ عنہ میں شریک ہونے یا اس پر راضی ہونے کا مجرم گردانا جائے؟

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی اصل مظلومیت:

مندرجہ بالا تفصیلات سے یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ یقیناً تاریخ کے ایک ناقابلِ فراموش مظلوم ہیں، لیکن ان کی اصل مظلومیت یہ نہیں ہے کہ وہ شہید ہوگئے، بلاشبہ کربلا کے میدان میں ان کی شہادت بھی ان کی مظلومیت کا ایک عنوان ہے، مگر یہ وہ شرف نہیں ہے جس کو پہلی مرتبہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ ہی نے حاصل کیا ہو، ان سے پہلے ان سے کہیں زیادہ مظلومیت کے ساتھ ان کے خالو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تیسرے خلیفہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت ہو چکی تھی، پھر ان سے بھی پہلے اسلام کی راہ میں شہادت پیش کرنے والی پہلی خاتون حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا بھی ناقابلِ فراموش ہیں، جن کو مشہور دشمنِ اسلام اور محرومِ ازلی ابوجہل بن ہشام نے ٹانگیں چروا کر شہید کیا تھا۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی اصل مظلومیت یہ ہے کہ ان کے قاتل ہی ان کے سب سے بڑے دوست اور ان کے غم میں آنسو بہانے والے بن بیٹھے اور اس طرح انھوں نے اپنے جرم پر پردہ ڈالنے کے ساتھ ساتھ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے اصلی اسباب و محرکات کو اوجھل کر دیا۔

اگر حادثۂ کربلا کی سبائی تفصیلات کو صحیح تسلیم کر لیا جائے اور یہ خلافِ واقعہ بات مان لی جائے کہ مکہ مکرمہ سے

روانگی کے وقت سے تادمِ شہادت، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے مؤقف میں کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی، تو پھر ناصبیوں و خارجیوں کے اس الزام کے دفاع کی کوئی صورت نہیں ہوسکتی کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ (معاذ اللہ) باغی تھے، کیونکہ اس واقعہ سے کسی کو انکار نہیں ہوسکتا کہ یزید کے ہاتھ پر بیعت ہوچکی تھی اور تمام صوبوں میں اسی کے عامل کام کررہے تھے۔ عراق کے بارے میں خطوط اور وفود کے ذریعہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو جو اطلاعات دی گئی تھیں، وہ بالکل غلط تھیں۔ حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں پر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے لیے جن بارہ ہزار، اٹھارہ ہزار یا ساٹھ ہزار لوگوں نے بیعت کی تھی، وہ بھی ایک دھوکا ہی تھا، کیونکہ وقت پڑنے پر کسی نے بھی ان کا ساتھ نہیں دیا۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو صرف بہتر نفر پر مشتمل ایک چھوٹی سی جماعت کے ساتھ جس میں نابالغ بچے اور ضعیف العمر افراد بھی شامل تھے، چار ہزار کی فوج سے مقابلہ کرنا پڑا تھا۔ ایسی صورت میں کیا یہ کہنے کی کوئی گنجائش ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ عوامی مطالبہ پر ایک عوامی انقلاب کی قیادت کررہے تھے؟ اگر نہیں تو حالات سے واقف ہونے اور عوامی تائید نہ حاصل ہوسکنے کے بعد جنگ میں حصہ لینے کے لیے کیا جواز باقی رہ جاتا ہے؟

حقیقت یہ ہے کہ کربلا میں تو ایک مرتبہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کرکے ان پر ظلم کیا گیا، لیکن سبائیوں اور پھر ان کے جواب میں ناصبیوں وخارجیوں نے میٹھے اور کڑوے انداز میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی کردار کشی کرکے نہ جانے کتنی کربلاؤں سے ان کو گزار دیا، بس یہی ہے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی اصل مظلومیت۔

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ابومخنف کی دروغ گوئیوں پر یقین نہ کرکے اسے رد کرنے اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی مظلومانہ شہادت کے حقیقی پس منظر اور پاک مقصد کو سمجھنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ (آمین)

﴿ حواشی ﴾

(۱) حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ دونوں کی تاریخِ ولادت کے سلسلہ میں بھی متعدد اقوال ہیں اور اس سلسلہ میں بھی کہ ان دونوں بھائیوں کے درمیان عمروں کا کتنا تفاوت تھا؟ حافظ ابن کثیر، علامہ ابن عبدالبر اور علامہ ابن الاثیر جزری اور اکثر دوسرے مؤرخین کے بیان کے مطابق حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت رمضان ۳ھ میں اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت شعبان ۴ھ میں ہوئی، اور اس طرح ان دونوں کے درمیان ۱۱ ماہ کا فرق تھا، اس کے علاوہ دوسرے اقوال بھی ہیں، حتیٰ کہ بعض لوگوں نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت ۷ھ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت ۹ھ بتائی ہے اور ان دونوں کے درمیان عمروں کا تفاوت ڈیڑھ سال بتایا ہے، مگر مشہور قول وہی ہے جس کا ذکر پہلے کیا گیا۔

(۲) صحبت طویلہ: حضرت سعید بن مسیّب کے قول کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سال کے قیام سے پوری ہوجاتی ہے۔ (فتح الباری، ج:۷، ص:۲)

(۳) فتح الباری، ج:۷، ص:۲

(۴) یہ محدثین کی خالص علمی واصطلاحی بحث ہے، جو انھوں نے روایت حدیث کے سلسلہ میں اٹھائی ہے اور عام مسلمان من حیث الرویۃ صحابی ہونے اور من حیث الروایت صحابی نہ ہونے کے فرق کو جانتا بھی نہیں ہے، اس لیے مطلقاً اس کے سامنے کسی شخص کے بارے میں یہ فیصلہ آنا کہ وہ صحابی ہے یا صحابی نہیں ہے، اس کے مذہبی جذبات کے رخ کی تعیین کا ذریعہ بنتا ہے اور یہ بالکل ظاہر بات ہے، جس کا تعلق عقیدہ سے ہے کہ ایک صحابی اور ایک غیر صحابی کے مقام میں نمایاں فرق ہے۔

(۵) جابر بن یزید بن الحارث جعفی۔ علماءِ شیعہ میں سے ہے۔ امام شعبی، امام ابوحنیفہ، لیث بن سلیم نے اسے کذاب قرار دیا ہے، نسائی وغیرہ نے اسے متروک قرار دیا ہے، ابوداؤد اسے قوی نہیں کہتے، جریر بن عبدالحمید نے اس سے روایت کو حلال نہیں جانا، یحییٰ نے کہا کہ نہ اس کی کوئی حدیث لکھی جائے نہ کرامت۔ (میزان الاعتدال، ج:۱، ص:۱۷۶)

(۶) مجالد بن ابی راشد: امام احمد نے اسے لاشئے قرار دیا ہے، کیونکہ یہ موقوف روایات کو مرفوع بنایا کرتا تھا۔ (لسان المیز ان، ج:۵، ص:۱۶)

(۷) لسان المیز ان، ج:۵، ص:۱۰۲

(۸) حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت کی تیسری جنگ نہروان بھی سبائی سازش ہی کے نتیجہ میں برپا ہوئی تھی، جو اگرچہ کھلی ہوئی حق وباطل کی جنگ نہ تھی، کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مخالفین اوران کے مقابلہ پر آنے والے خارجی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نعوذ باللہ مرتد قرار دے رہے تھے، لیکن اسلام اور اَعیانِ اسلام کو مٹانے کی سبائی سازش ہی کی اس میں بھی کارفرمائی تھی۔

(۹) اس خط کی روانگی کے بعد حضرت مسلم رحمہ اللہ کی شہادت اور کوفہ پہنچنے پر کوفہ کے لوگوں کا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے نام کوئی خط بھیجنے سے انکار کرنا اوران ساٹھ سبائیوں تک کا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی مدد سے منہ پھیرنا جو مکہ سے ان کے ساتھ آئے تھے، یہ قرائن ہیں جن سے یقین کے ساتھ یہ کہا جاسکتا ہے کہ حضرت مسلم بن عقیل رحمہ اللہ کی طرف سے لکھا جانے والا یہ خط بھی حضرت مسلم رحمہ اللہ کا نہ تھا، بلکہ یہ بھی ان سبائیوں کا ہی لکھا ہوا تھا۔

(۱۰) کوفہ کے لوگوں کے خطوط بھیجنے سے لے کر یہاں تک کے واقعات کی تفصیلات البدایہ والنہایہ ج:۸، ص:۱۵۲ تا ۱۶۲، اور الاصابہ، ج:۱، ص:۱۶۸ تا ۱۷۰ سے ماخوذ ہیں۔

میرا افسانہ قسط:۱۲

چودھری افضل حق رحمۃ اللہ علیہ

ہماری کمزوریاں:

میرے مزاج کا عجب عالم ہے کہ حسن پرست کی طرح بے باک، پر تپاک اور عوام میں محبوب اور شرمسار ہوں، تاہم دوست اور دشمن کو نگاہ میں چھانتا ہوں اور ان کے عیب و ثواب کو جانتا ہوں۔ میری نکتہ چینی موجب دل شکنی نہ ہو تو بتاؤں کہ طلب صادق تھی۔ جیل کو کھیل سمجھ کر اندر آنا آسان ہے، بہادروں کی طرح خودداری سے بسر اوقات کرنا مشکل ہے۔ اگر باہر حکام کے سامنے گردن فرازی کا ثبوت دے کر جیل میں سرفگندہ ہونا ہو تو اس شوق قید و بند سے گھر کا آرام ملک کے لیے زیادہ مفید ہے۔ ان خیالات پراگندہ کو منضبط کرنے سے میری مراد یہ ہے کہ ہمیں کمزوریوں کا صاف اظہار کر کے آئندہ محتاط رہنا چاہیے۔ تاکہ دشمن کی نظر میں ذلیل وحقیر نہ ہوں۔ سیاسی قیدیوں کے عزم صمیم کی تفصیل تو عرض ہو چکی ہے، اب ان کے قلب عمیم کا ذکر خیر کرتا ہوں۔

ملک کی خاطر گھر کی راحت جب جیل کی مصیبت کے عوض فروخت کر دی تو کسی چشم کرم کا کوئی منتظر کیوں نہ ہو۔ مگر افسوس کا مقام ہے کہ بعض احباب کی ضروریات اور خواہشات ان کی غیرت قومی سے کہیں زیادہ تھیں۔ اس لیے حکام جیل کی خوشنودی مزاج کو اسی طرح حاصل کرتے تھے، جس طرح باہر کے خوشامد پسند، بعض کو بھوک جیل کی مجوزہ خوراک سے زیادہ تھی۔ انھیں جیل کی آنکھ سے شرمانا اور لانگری قیدی سے گڑگڑانا پڑتا۔ تب کہیں دو کی بجائے تین روٹیاں ملتیں۔ ہر وقت یہی ڈر کھاتا کہ کہیں کوئی ملازم ناراض نہ ہو جائے۔ کچھ لوگوں کو بازاری چیزوں کا چسکا ایسا تھا کہ مزیدار چیز نہ ملنے سے منہ تو کیا زندگی کا مزا پھیکا ہو جاتا تھا۔ بعض بتیس دانت کی چکی ہر وقت چلانے کے عادی تھے، وہ خوشامد سے باہر کی اشیاء منگواتے، دربان کی منتیں کر کے اندر لاتے۔ تلاشی کے خوف سے جمعدار داروغہ کی بات بات پر ہاں سے ہاں ملاتے۔ وہ ذرا مسکراتے ہیں، تو یہ بھی دانت نکال دیتے ہیں۔ ان میں سے کچھ ایسے دیدہ دلیر ہوتے ہیں کہ جب تک چیز پاس پڑی رہے اور تلاشی کا خوف دامن گیر ہے، تب تک کان دبائے بیٹھے رہتے ہیں، جب حلق سے نیچے اتری تو طوطے کی طرح آنکھیں پھیر لیتے ہیں اور خوامخواہ ملازمین سے الجھتے۔ جب کھانے کی مرض کا دورہ ہوتا تو گریہ مسکین بن کر الو سیدھا کرنا چاہتے، اس دورنگی سے ہمارے وقار کو بہت صدمہ پہنچتا تھا۔ جب روٹی کے ساتھ سالن تقسیم ہوتا تو بعض بھوکی طبیعت کے ایسے عجز کی صورت بنا کر لب ڈھیلے کر کے اپنے حق سے زیادہ مانگتے کہ پاس کھڑے بیٹھے کو شرم آتی، جب دَلیا، لایا جاتا تو جو بیمار کمزور نہیں، وہ بھی اٹھ اٹھ کر دوڑتے، اندر آنے سے پہلے ہی ٹوٹ کر خیرات کے لیے بڑھاتے ہیں۔ محبت کا ہوا تو تھوڑا بہت دوسروں کا پیٹ کاٹ کر شرم شرماتے قیدی نے دے دیا۔ ورنہ اکثر شرمندہ کرتے ہیں کہ تم بھی ناحق لیڈر کہلاتے ہو۔

مگران کی ڈھٹائی کی یہ کیفیت ہے کہ دوسرے دن پھر دلیا کے انتظار میں ''باٹی'' صاف کرتے دکھائی دیتے ہیں، سالن اور چنے کے لیے اور ڈال اور ڈال کا تقاضا عام ہے۔ یہ چھوٹا سا اصرار تو بڑے بڑے بھی بے تکلف کر دیتے ہیں۔ لیڈر کے متبرک اور پُرعظمت نام کو جس طرح جیل میں بدنام کیا جاتا ہے، اس سے محسوس ہوتا ہے، کیونکہ قیدی ہر چھوٹے بڑے سیاسی قیدی کو لیڈر کہہ کر پکارتے ہیں۔ حالانکہ ہم خود گم کردہ رہبری کند کے مصداق بن رہے ہیں۔

جن کی جیب خرید اشیاء منگوانے کی متحمل نہیں ہوتی، وہ بھلے چنگے بیمار بن کر ہسپتال داخل ہونے کے لیے ہاتھ پاؤں مارتے ہیں۔ بایں ہمہ امید کہ ڈبل روٹی اڑائیں گے، یا دودھ چاول کھائیں گے۔ مگر ڈاکٹر ان کی اصل مرض کو پاتا ہے اور کسٹر آئل پلاتا ہے۔ پانی میں سا گودانہ پکا کر کھلاتا ہے۔ روزے بخشوانے جاتے ہیں، نمازیں گلے ڈلواتے ہیں۔ اسہال سے جان نڈھال ہوتی ہے، جھوٹ کا سچ ہو جاتا ہے، ڈاکٹر تنگ کرنے کے لیے کہتا ہے کہ ایک ماہ متواتر تمھیں زیر علاج رہنا پڑے گا۔ وہ وقتوں پر آجاتا ہے کہ چھوڑ و بلی چوہا لنڈورا ہی بھلا ہے۔ غرض اب ڈاکٹر بیماری پر اصرار کرتا ہے اور قیدی بیمار ہونے سے انکار کرتا ہے۔ آخر ناک رگڑ کر ہسپتال سے نکلتا ہے۔

سگریٹ نوشی:

واعظ کا خرابات سے خراب حال ہو کر نکلنا ایک شاعرانہ خیال تصور ہوتا تھا، مگر جیل نے اس خیال کو حقیقت کا جامہ پہنایا۔ وہ جونشوں کی مذمت بیان کرتے اور شراب کی دکان پر پہرہ دینے کے جرم میں ماخوذ ہوئے تھے، یہاں سگریٹ نوشی کے جرم میں متواتر سزا پاتے ہیں۔ جیل میں اکثر اوقات نگرانی ایسی سخت ہو جاتی ہے کہ کوئی ملازم اشیاء اندر لانے کی جرأت نہیں کرتا۔ ان دنوں ان جیل جاتریوں کی بدحالی دیکھنے کے قابل ہوتی ہے۔ چہرہ ڈراؤنا اور طبیعت بے چین ہو جاتی ہے۔ ہر ایک قیدی کے آگے ہاتھ پھیلاتے ہیں کہ ایک سگریٹ دلاؤ۔ یا یہ نہیں تو دو دوم ہی لگواؤ۔ جب جواب نفی میں پاتے ہیں تو اور گھبراتے ہیں۔ بچے کھچے سگریٹ کے ٹکڑیں کے لیے کونے کونے میں ٹکریں مارتے ہیں۔ کوڑے کرکٹ میں ٹٹولتے ہیں کہ شاید کہیں گرا پڑا یا کوئی جلا بجھا سگریٹ مل جائے، تو جان میں جان آئے۔ اس وقت بھنگی مشکل کشائی کرتا ہے۔ وہ ایسے آڑے وقت کے لیے سگریٹ پاخانہ کے پتھروں کے نیچے یا اینٹوں میں مٹی کے ڈھیر میں دبا رکھتا ہے۔ دو آنہ کے دو دو بیچتا ہے۔ حالانکہ یہ پیسہ کے چار چار بکتے تھے، مگر قیدی اس گرانی کو ارزانی سمجھ کر سجدہ شکر ادا کرتا ہے۔ بڑی شان سے منہ اونچا کر کے دھواں چھوڑتا ہے۔

جیل میں لواطت کی عادت ہے، بچے بازی تو ہوئی، بارلیش بابا ہم بازی کی نوبت سننے میں آئی ہے۔ دس دس برس کے قیدی جذبات پر قابو نہیں رکھ سکتے۔ اس لیے یہ بدکاری کرتے ہیں۔ جو اس سیاہ کاری پر قدرت نہیں پاتے، وہ دستکاری کرتے ہیں۔ افسوس ہے کہ اس قسم کے شبہات ہمارے سیاسی قیدیوں پر بھی ہوئے، مگر شرافت و تہذیب اس کی تفصیل کی متحمل نہیں اور مصلحت وقت زبان پکڑتی ہے۔

جہاں ادنیٰ اخلاق کے آدمی ہمارے اندر موجود تھے۔ وہاں ایسے نیک بھی تھے۔ جن کے دامن پر فرشتے نمازیں

پڑھیں۔اس لیے دل برداشتہ ہونے کی کوئی بات نہ تھی، تمام تحریکوں میں اکثر ایسا ہی ہوتا ہے۔مسجد مندر میں بعض خدا کی عبادت کے لیے آتے اور بعض آ کر جوتے چراتے ہیں۔مومن کے ساتھ منافق۔گل کے ساتھ خار کا ہونا بھی ضرور ہے۔

قیدی کی عید:

جب ماہِ رمضان جیل میں مسلمانوں نے شکر سے مسّی کھا کر اور صبر کا ٹھنڈا گھونٹ پی کر گزارا، تو اسیری میں عید بھی آئی۔ہلال کو دیکھ کر حسرتیں خون ہوگئیں۔صبح عید پر شام غربت سے زیادہ اداسی چھائی۔پانی کی بجائے پسینہ سے نہا کر خدمت ایمان میں خلعت جیل پہن پہنا کر اور حب وطن کی خوشبو لگا کر تیار ہوئے۔سوّیوں کی بجائے چنے چبائے، مجبوری نے بڑھ کر صدقہ اتارا۔ہم سب آہستہ آہستہ تکبیر کہتے ہوئے کارخانہ میں داخل ہوئے۔اکثر کے گلے میں ہسلیاں بعض کے پاؤں میں بیڑیاں پڑی تھی۔آج جو بے کسی میں سر سجدے میں گئے، روٹھے معبود کو منا کر اٹھے۔سمرنا کی فتح یونان کی شکست تقدیر ہوئی، دوگانہ ادا کر کے واپس بارک میں آئے اور میر غلام بھیک نیرنگ نے اس عید کو یوں موزوں کیا ہے۔

مورخہ ۳ جون ۱۹۲۲ء اخبار زمیندار میں شائع ہوا:

تہنیت عید اسیران زندان انبالہ کو

اے اسیرانِ جفا عید مبارک تم کو　بادۂ نوش بلا! عید مبارک تم کو

حق ماہ رمضان بے سروسامانی میں　کر دیا تم نے ادا عید مبارک تم کو

وقت افطار و سحر کھا کے چنے کی روٹی　صبر اور شکر کیا عید مبارک تم کو

اگر افطار میسر تو سحر غائب ہے　کبھی ایسا بھی ہوا عید مبارک تم کو

گرم پانی کی بھی قلت رہی ٹھنڈا تو کہاں　اس پہ یہ شان رضا عید مبارک تم کو

یہ تپش جیٹھ کی اور کوٹھڑیاں بند رہیں　شب کو در تک نہ کھلا عید مبارک تم کو

ساز و ساماں نہ سہی! دیار عزیزاں نہ سہی　تم سے راضی ہے خدا عید مبارک تم کو

کون قاصد بنے مہجور کا! تو ہی جا کر　کہہ دے اے باد صبا! عید مبارک تم کو

مر مٹے دین کی الفت میں کہ تم ہی ہو مرد　تم ہو ملت پہ فدا عید مبارک تم کو

تم نے خوداری و ایماں کو نہ چھوڑا تم ہو　پیکر صدق و صفا عید مبارک تم کو

ناز ہے تم پر وطن کو کہ تمھارے دم سے　زندہ ہے رسم وفا! عید مبارک تم کو

بن پڑا کچھ بھی نہ نیرنگ سے ناکاروں سے
تم نے تو کام کیا! عید مبارک

مراجعت:

عید کی خوشی میں روٹی میں ریت اتنی زیادہ تھی کہ دانت سے دانت نہ لگتا تھا۔سب کی یہی صلاح تھی کہ صاحب

سپرنٹنڈنٹ کی توجہ دلائی جائے۔ اگلے روز باادب ان سے گزارش کی گئی۔ اس وقت تو کسی غصہ کا اظہار نہ ہوا۔ شام کو سپرنٹنڈنٹ بھبوکا بن کر آئے۔ روٹی منگوا کر مجھے کھانے کو کہا اور خود بھی کھانے لگے۔ ریت کی آمیزش کا مجھے اب بھی اصرار اور میجر چارٹر کو انکار تھا۔ اتنے میں ڈاکٹر صاحب بولے کہ تمھارے اصرار کے یہ معنی ہوئے کہ صاحب بہادر جھوٹ بولتے ہیں، پھر کیا تھا صاحب بہادر کو کپکپی چڑھ گئی۔ غصہ میں بھرا کر چلے گئے۔ صبح آئے مجھے بلایا۔ بقیہ مدت قید کے لیے قید تنہائی کا حکم سنایا۔ میں اس وقت بالکل خاموش تھا کیونکہ مجھے افسوس تھا کہ ایسا شریف شخص بھی مجھ سے ناراض ہوا۔

میری سزا کے اگلے ہی روز انھوں نے میری صداقت کو تسلیم کر کے تمام پکی پکائی روٹیاں یہ کہہ کر پھنکوا دیں کہ واقعی اس آٹے میں ریت ہے اور بالکل ناقابل خوردنی ہیں اور خود ہی مجھے آ کر بتایا کہ آپ برسرِحق تھے۔ میں نے اس روز سجدہ شکر ادا کیا کہ شرم رہی جھوٹ کی تہمت سے بچے۔

کوٹھڑی میں دوبارہ واپسی پر بندش اور نگرانی زیادہ بڑھ گئی۔ اس میں چیف وارڈر کا زیادہ ہاتھ تھا۔ داروغہ اور سپرنٹنڈنٹ کو کانوں کان خبر نہ تھی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ میں نے معدودسرے ساتھیوں کے چیف وارڈر مذکورہ کو مار پیٹ سے باز رکھنے کی جرأت کی تھی۔ ایک دن سپرنٹنڈنٹ داروغہ دونوں آئے کہ ضابطہ کی بندش کے علاوہ آپ کی سختی کے متعلق اخبارات میں بیان شائع ہوا ہے۔ آپ کو کیا تکلیف ہے، میں نے کچھ جواب دینا مناسب نہ سمجھا۔ چیف وارڈر کھڑا خوف سے سن رہا تھا۔ میں اس کی طرف دیکھ کر مسکرا دیا۔ سپرنٹنڈنٹ شاید معاملہ کو سمجھ گیا۔ یہ پابندی کم ہوگی، پھر وارڈر مجھ سے ڈر ڈر کر بات کرتا رہا۔ میجر چارٹر مجھے بارک میں پھر لے جانا چاہتا تھا کہ کس منہ سے کہوں کہ بارک چلو۔

تنہائی میں کیسے گزری:

اس کوٹھڑی میں جہاں ماہ ضیا پاش کی نورانی کرنیں اکثر مداخلت سے محروم تھیں۔ افسران جیل کا شکار ہو کر پورے پانچ ماہ کاٹنے پڑے۔ چاند جب چاندنی کی چادر روئے زمین پر ڈالتا تو بے اختیار باہر نکل کر نگاہ شوق سے حسنِ کائنات کو دیکھنے کو جی چاہتا، مگر ہوا بن کر کس طرح سلاخوں سے نکل جاتا۔ وہاں آسمان کے ایک گوشہ کوٹھڑی کے مختصر صحن کے سوا کچھ نظر نہ آتا تھا۔ کوٹھڑی کی اونچی دیواریں خواہشِ نظارہ کو مسترد کر دیتیں۔ کئی قسم کے درخت میری کوٹھڑی کے آگے تھے۔ شبنم ان کے پتوں پر پڑتی تو چاندنی میں ایسی روپہلی جھلک مارتے کہ جنت الفردوس کا نقشہ آنکھوں کے سامنے کھچ جاتا۔ سخت گرمی کا موسم اور کوٹھڑی میں بسر اوقات کے تصور سے بدن کانپ اٹھتا ہے۔ مگر میں اسی طرح خارستان کو گلستان بناتا رہا۔ خوش فکری سے فکر کو پاس نہ آنے دیتا۔ جیل کے نزدیک سڑک تھی۔ شب کی مہر خاموشی کو راہگیروں کی آپس میں بلند باتیں توڑا کرتیں۔ رات ۱۱ بجے اکثر ایک چرواہا بھینسوں کو چرتا چھوڑ کر جیل کے قریب آ کر بنسری بجا بجا کر اپنا دل بہلاتا، ''شام بھی گھر شام نہ آئے'' کا دل گداز نغمہ مجھ کو مبہوت و مدہوش بناتا اور میں پہروں دل پر ہاتھ رکھ کر بیٹھا سنا کرتا۔

ہر رات جس وقت پہرہ بدلا کرتا تو نیا پہرہ دار تالے کو زور زور سے کھٹکھٹاتا اور بول جوان کہہ کر قیدی کو جگاتا۔ اس لیے رات کو کئی کئی بار جاگنا پڑتا۔ اوّل اوّل تو راتیں بار بار جگانے سے بے خوابی میں گزریں، پھر آہستہ آہستہ عادت ہو

گئی۔ جاگ کر جلدی نیند آجایا کرتی۔ تاہم یہ رات کو بار بار جگانے کا رواج دن کی مشقت سے چور قیدی کی صحت پر نہایت برا اثر رکھتا ہے۔ بے خوابی ایک ایسی اذیت و تشدد ہے کہ پولیس بھی عام طور سے عمل میں لانے کی جرأت نہیں کرتی، مگر یہاں ہر رات کا معمول ہے۔ اس غیر معمولی رواج کی غالباً وجہ یہ ہے کہ اکثر قیدی جیل خانہ کی زندگی اور ملازمین کے تشدد سے تنگ آتے ہیں۔ فراری یاں جاں سپاری دونوں راہوں کے علاوہ تیسری راہ نہیں ہوتی کہ جان چھوٹے، بھاگنے کے موقعے بہت کم ہوتے ہیں۔ اس لیے خودکشی کی اکثر کوشش کی جاتی ہے۔ صبح کو لاش پڑی پائی جاتی ہے۔ اس لیے پہرہ دار جگا جگا کر اطمینان کرتے ہیں کہ قیدی مردہ ہے یا زندہ۔

یہ پہرہ دار گرمیوں کی خوشگوار رات میں جوش و مسرت میں آکر گاتے ہیں۔ ساری قید کی کلفت دور ہو جاتی ہے۔ رات کو جیل میں دو پہرے ہوتے ہیں۔ ایک قیدیوں کی کوٹھڑی اور بارکوں پر اور دوسرا جیل دیوار کے ساتھ۔ آخر الذکر پترہ والے کہلاتے ہیں، جو پیتل کے پترے ایک پہرہ دار سے لیتے دوسرے کو جا کر دیتے ہیں۔ رات بھر یہی دور رہتا ہے۔ اس انتظام سے کوئی پہرہ دار غافل نہیں ہوتا۔ جہاں کہیں سویا، پہرے کا تسلسل رک جاتا ہے اور غافل مارا جاتا ہے۔ اس سے رات کو نکل بھاگنے کا احتمال نہیں رہتا۔

ایک رات پہرہ بدلنے پر پہرہ دار نے مجھے جگایا، پھر رات دیر تک نیند نہ آئی۔ ایک پہرہ والے نے تاثیر میں ڈوبی ہوئی سُر میں گانا شروع کیا۔

نال رانجھن دے اکھاں میریاں لگ نے رہیاں
دوتی نہ دہرا دشمن ماپے میں ایہہ کس نوں دساں
نال جوگی دے اکھاں میریاں لگ نے رہیاں
کسے ویری مینوں آن سنایا، تیرے رانجھے دا پنڈ تتا
نال ماہی دے اکھاں میریاں لگ نے رہیاں

خیال نہایت سادہ تھا مگر بات دل کی گہرائیوں سے نکل رہی تھی۔ در و دیوار پر وجد طاری تھا، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گانے والا ہمہ تن تاثیر تھا۔ اس کی روح میں عجیب تڑپ تھی اور وہ دوسروں کو بے تاب کر رہا تھا۔ مجھے اس شخص کے متعلق ایک عجیب واقعہ معلوم ہوا، جس کا بیان اس کتاب کے اغراض کے منافی ہے۔ مگر اب تک وہ وقت اور اس کا غصہ پتھر پر لکیر کی طرح میرے لوحِ دل پر تحریر ہے۔

(جاری ہے)

شکور چشمے والا، عادتِ مرزا اور عالمی استعمار

منصور اصغر راجہ

تقسیم ہند سے قبل بھی ریاست حیدرآباد دکن میں ماہِ ربیع الاول خوب دھوم دھام سے منانے کی روایت موجود تھی جو کہ خاتم الانبیاء ﷺ کی ولادت باسعادت کا مہینہ ہے۔ اس موقع پر سیرت پاک کے جلسوں میں علما و مشائخ علم و عقیدت کے موتی لُٹاتے۔ نعت گو شعرا بارگاہِ رسالت میں منظوم گلہائے عقیدت پیش کرتے۔ اس سلسلے میں ہر سال ایک بڑا جلسہ مفتی نور ضیاالدین نواب ضیایار جنگ بہادر کی زیرِ صدارت بادشاہی عاشور خانہ میں انعقاد پذیر ہوتا جس میں علما و مشائخ اور عشاق کی کثیر تعداد شریک ہوتی۔ 20 ربیع الاول 1352 ہجری کو بادشاہی عاشور خانہ میں منعقد ہونے والے اس جلسہ سیرت النبیؐ میں جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن کے صدر شعبہ معاشیات پروفیسر الیاس برنی بھی شریک ہوئے جنہیں منتظمین جلسہ کی طرف سے ''ختم نبوت'' کے موضوع پر خطاب کی دعوت دی گئی۔ اگرچہ پروفیسر صاحب نے کسی فرقے یا جماعت کو خصوصیت کے ساتھ ہدفِ تنقید بنائے بغیر صرف ختم نبوت کے موضوع پر ہی خالص عالمانہ گفتگو فرمائی لیکن چور کی ڈاڑھی میں تنکا کے مصداق اس تقریر پر قادیانی جماعت کو یہ تشویش لاحق ہوئی کہ وہ تقریر اُن کے خلاف تھی۔ چنانچہ انہوں نے جوابی طور پر نا صرف ''ختم نبوت اور پروفیسر الیاس برنی صاحب'' کے عنوان سے ایک رسالہ فی الفور شائع کیا، بلکہ دیگر علاقوں سے مشہور قادیانی مبلغین کو حیدرآباد دکن بلا کر ان کی تقریریں بھی کرائیں اور قادیان سے کچھ رسالے بھی منگوا کر تقسیم کیے، حتیٰ کہ قادیانی جماعت کے ایک نمائندے نے پروفیسر صاحب سے ملاقات کر کے انہیں تبادلہ خیالات کے نام پر مناظرے کی دعوت بھی دے ڈالی۔ لیکن پروفیسر صاحب نے جواب میں فرمایا کہ یہ ان کا منصب نہیں ہے۔ اس سلسلے میں علمائے کرام سے رجوع کیا جائے تو زیادہ مناسب ہوگا۔ اسی اثنا میں قادیانی رسائل و تقاریر کا جواب دینے کے لیے علمائے کرام بھی میدان میں آ گئے۔ چنانچہ انہی ایام میں مسئلہ اثباتِ ختم نبوت پر متعدد علما نے رسائل تحریر فرمائے جن میں پروفیسر الیاس برنیؒ کے بقول سب سے مدلل اور جامع رسالہ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کے استاد مولانا بدرعالم میرٹھیؒ کا ''آوازِ حق'' تھا جو مولانا فخر الدین رازیؒ نے حیدرآباد دکن سے شائع کرایا۔ جب تحقیق کا شوق پھیلا تو پروفیسر صاحب کو بھی خیال آیا کہ کیوں نہ قادیانی مذہب کے بارے میں علمی تحقیقات کی جائیں اور عوام الناس کے سامنے اس جماعت کا دوسرا رخ پیش کیا جائے جو وہ بالعموم عوام کی نظروں سے مخفی رکھتے ہیں کیونکہ پروفیسر صاحب کے بقول ''قادیانی مذہب کا ایک بڑا اُصول ہے جس سے عام تو کیا، خاص لوگ بھی بے خبر ہیں۔ وہ یہ کہ مرزا غلام احمد قادیانی کی مذہبی زندگی کے دو دور ہیں۔ پہلے دور میں تو وہ انکسار جتاتے ہیں۔ خوب خوش اعتقاد اور عقیدت مند نظر آتے ہیں۔ انبیاء، اولیا سب کو اپنا بڑا مانتے ہیں۔ سب کی عظمت کرتے ہیں، اتباع کا دم بھرتے ہیں۔ لیکن دوسرے دور میں حالت بالکل برعکس ہے۔ اول تو علانیہ نبی بن جاتے ہیں۔ پھر بڑھتے بڑھتے قریباً تمام انبیا و مرسلین سے صراحتاً یا کنایتاً بڑھ جاتے ہیں۔ بڑے سے بڑے دعوے زبان پر لاتے

ہیں۔اچھے اچھوں کو نظروں سے گراتے ہیں اور اپنے واسطے انتہائی عقیدت کے طالب نظر آتے ہیں۔دونوں حالتوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔قادیانی صاحبان تمام تر دورِاول کی خوش عقیدگیاں پیش کرتے ہیں اور ان میں کافی تراوٹ ہے۔ناواقف اور روادار مسلمان ان کی خوش عقیدگیوں سے خوش ہوکر خود اُن کی عقیدت میں پھنس جاتے ہیں اور جب اچھی طرح متاثر ہوکر قابو میں آجاتے ہیں تو وہ ان کو دورِدوم کے اعتقادات پر لاتے ہیں۔جو چاہتے ہیں، منواتے ہیں۔ایمان کی خوب گت بناتے ہیں۔قادیانی تبلیغ کا یہ بڑا گُر ہے۔اچھے اچھے بے خبر ہیں۔تحقیق کیجیے تو پتا چلتا ہے کہ ہاتھی کے دانت کھانے کے اور ہیں، دکھانے کے اور۔'' (قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ:39)

پروفیسر الیاس برنیؒ نے قادیانی حلقوں کی تنقید پر چیں بجبیں ہونے کے بجائے ان کے لڑیچر کا مطالعہ شروع کردیا اور جب حاصلِ مطالعہ کو ترتیب دیا تو ''قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ'' نامی شاندار تاریخی کتاب منصۂ شہود پر آ گئی۔کتاب کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ یہ صرف اور صرف مرزا قادیانی، ان کے صاحبزادوں مرزا بشیرالدین محمود، میاں بشیراحمد ایم اے، مولوی محمد علی امیر لاہوری گروپ اور دیگر اکابرین جماعت کی کتب اور قادیانی جرائد و رسائل سے حاصل کیے گئے اقتباسات پر مشتمل ہے۔پروفیسر صاحب صرف ان اقتباسات پر عنوانات قائم کرنے کے سزاوار ہیں۔اس کے علاوہ انہوں نے اس کتاب میں اپنی طرف سے کچھ بھی نہیں لکھا۔

اس کتاب کے حصہ دوم کی پہلی چار فصول میں قادیانی جماعت کے سیاسی عزائم، اہداف اور خدمات کو ان کی اپنی ہی ''امہات کتب'' کی روشنی میں بے نقاب کیا گیا ہے۔سیاسیات، دورِاول، دورِدوم، دورِ ثالث اور قادیانی صاحبان اور مسلمان سیاست و مملکت کے عنوانات کے تحت مرتب کی گئی ان چاروں فصول کا مطالعہ ہم جیسے طالب علم کو بھی ورطہ حیرت میں ڈال دیتا ہے کہ دنیا بھر میں اپنی مظلومیت کا ڈھنڈورا پیٹنے والا یہ سیاسی گروہ مسلم امہ کو ضعف پہنچانے اور عالمی استعمار کی خدمت گزاری میں اچھے اچھوں کے کان کتر رہا ہے۔''مظلوم'' قادیانی جماعت کے بانی اور دیگر اکابرین کی نجی زندگی اور مشاغل، قادیانی مذہبی عقائد، مسلمانوں کے بارے میں ان کے خیالات، غیر مذہبی اہداف و عزائم اور عالمی استعمار کے ساتھ ان کے گٹھ جوڑ کی بابت جاننے کے لیے پروفیسر الیاس برنیؒ کی کتاب کا مطالعہ از حد ضروری ہے۔واضح رہے کہ خاص طور پر عالمی استعمار کی خدمت قادیانی جماعت کا طرہ امتیاز ہے،جس کا ذکر قادیانی کتب میں بھی جابجا ملتا ہے۔اول روز سے ہی قادیانی جماعت کے بانی نے عالمی استعمار کو یہ یقین دلانا شروع کردیا تھا کہ وہ اور ان کے پیروکار انہی کے مطلب کی کہہ رہے ہیں اور انہی کے مطلب کی کہتے رہیں گے۔مثال کے طور پر مسلمانوں کا جذبہ جہاد باطل قوتوں کے لیے ہمیشہ پریشانی کا سبب رہا ہے۔لیکن مرزا قادیانی نے قادیانی جماعت کی بنیاد رکھتے ہی جہاد کی مخالفت شروع کردی۔اس سلسلے میں وہ لکھتے ہیں:

''میں گورنمنٹ عالیہ کو یقین دلاتا ہوں کہ یہ فرقہ جدیدہ جو برٹش انڈیا کے اکثر مقامات میں پھیل گیا ہے،جس کا میں پیشوا اور امام ہوں، گورنمنٹ کے لیے ہرگز خطرناک نہیں ہے اور اس کے اصول ایسے پاک اور صاف اور امن بخش اور صلح کاری کے ہیں کہ تمام اسلام کے موجودہ فرقوں میں اس کی نظیر گورنمنٹ کو نہیں ملے گی۔میرے اصولوں اور اعتقادوں اور ہدایتوں میں کوئی امر جنگ جوئی اور فساد کا نہیں اور میں یقین رکھتا ہوں کہ جیسے جیسے میرے مرید بڑھیں گے، ویسے ویسے

مسئلہ جہاد کے معتقد کم ہوتے جائیں گے کیونکہ مجھے مسیح اور مہدی مان لینا ہی مسئلہ جہاد کا انکار کرنا ہے۔
(کتاب البریہ، روحانی خزائن: 346/ 13۔)

دوسرے مقام پر وہ لکھتے ہیں:

''یادرہے کہ مسلمانوں کے فرقوں میں سے یہ فرقہ جس کا خدا نے مجھے امام اور پیشوا اور رہبر مقرر فرمایا، ایک بڑا امتیازی نشان اپنے ساتھ رکھتا ہے اور وہ یہ کہ اس فرقہ میں تلوار کا جہاد بالکل نہیں اور نہ اس کا انتظار ہے بلکہ یہ مبارک فرقہ نہ ظاہر طور پر اور نہ پوشیدہ طور، جہاد کی تعلیم کو ہرگز جائز نہیں سمجھتا، اور قطعاً اس بات کو حرام جانتا ہے۔''
(تریاق القلوب، روحانی خزائن،: 517/ 15۔)

جن دنوں جماعتِ احمدیہ وجود میں آئی، اُس وقت عالمی استعمار کا سرخیل برطانیہ عظمیٰ تھا جو برصغیر پاک و ہند پر بھی قابض تھا۔ بانی جماعت احمدیہ اور ان کا گھرانہ ہمیشہ برطانوی گورنمنٹ کا ہی خیر خواہ اور دعا گو رہا۔ بانی جماعتِ احمدیہ کی کتب اس پر گواہ ہیں۔ ایک جگہ وہ لکھتے ہیں:

''میں ایک ایسے خاندان سے ہوں کہ جو اس گورنمنٹ کا پکا خیر خواہ ہے۔ میرا والد میرزا غلام مرتضیٰ گورنمنٹ کی نظر میں ایک وفادار اور خیر خواہ آدمی تھا جن کو دربارِ گورنری میں کرسی ملتی تھی اور جن کا ذکر مسٹر گریفن صاحب کی تاریخ رئیسانِ پنجاب میں ہے اور 1857 عیسوی میں انہوں نے اپنی طاقت سے بڑھ کر سرکار انگریزی کو مدد دی تھی یعنی پچاس سوار اور گھوڑے بہم پہنچا کر عین زمانہِ غدر کے وقت سرکار انگریزی کی امداد میں دیئے تھے۔ ان خدمات کی وجہ سے جو چٹھیاتِ خوشنودیِ حکام ان کو ملی تھیں، مجھے افسوس ہے کہ بہت سی ان میں سے گم ہو گئیں مگر تین چٹھیاں جو مدت سے چھپ چکی ہیں، ان کی نقلیں حاشیہ میں درج کی گئی ہیں۔ پھر میرے والد صاحب کی وفات کے بعد میرا بڑا بھائی میرزا غلام قادر خدماتِ سرکاری میں مصروف رہا اور جب تموں کی گزر پر مفسدوں کا سرکار انگریزی فوج سے مقابلہ ہوا تو وہ سرکار انگریزی کی طرف سے لڑائی میں شریک تھا۔'' (کتاب البریہ، روحانی خزائن: 4/ 13)

والد اور بھائی کے بعد وہ اپنی خدمات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''میں بذاتِ خود سترہ برس سے سرکار انگریزی کی ایک ایسی خدمت میں مشغول ہوں کہ درحقیقت وہ ایک ایسی خیر خواہی گورنمنٹ عالیہ کی مجھ سے ظہور میں آئی ہے کہ میرے بزرگوں سے زیادہ ہے اور وہ یہ کہ میں نے بیسیوں کتابیں عربی اور فارسی اور اردو میں اس غرض سے تالیف کی ہیں کہ اس گورنمنٹ محسنہ سے ہرگز جہاد درست نہیں بلکہ سچے دل سے اطاعت کرنا ہر ایک مسلمان کا فرض ہے۔ چنانچہ میں نے یہ کتابیں بصرفِ زرِ کثیر چھاپ کر بلادِ اسلام کو پہنچائی ہیں اور میں جانتا ہوں کہ ان کتابوں کا بہت سا اثر اس ملک پر بھی پڑا ہے اور جو لوگ میرے ساتھ مریدی کا تعلق رکھتے ہیں، وہ ایک ایسی جماعت تیار ہوتی جاتی ہے کہ جن کے دل اس گورنمنٹ کی سچی خیر خواہی سے لبالب ہیں۔ ان کی اخلاقی حالت اعلیٰ درجہ پر ہے اور میں خیال کرتا ہوں کہ وہ تمام اس ملک کے لیے بڑی برکت ہیں اور گورنمنٹ کے لیے دلی جانثار۔''
(عریضہ بعالی خدمت گورنمنٹ عالیہ انگریزی منجانب مرزا غلام احمد قادیانی، مجموعہ اشتہارات: 366/ 2)

بانی جماعت احمد یہ سلطنتِ برطانیہ اوراس کے حکمرانوں کے لیے ہمہ وقت دعا گو رہتے، ان کی مدح سرائی میں کتابیں تصنیف فرماتے اوران کے لیے دعائیہ تقریبات منعقد کرتے۔اس کی ایک مثال برطانوی حکمران ملکہ وکٹوریہ کے عہد اقتدار کا جشن جوبلی ہے۔قادیان میں منعقد کی جانے والی جشن جوبلی کی تقریب کا احوال خود مرزا قادیانی کی زبانی سنیے:

''ہم بڑی خوشی سے اس بات کو ظاہر کرتے ہیں کہ جناب ملکہ معظّمہ قیصرہ ہند دام ظلہا کے جشن جوبلی کی خوشی اورشکریہ کے ادا کرنے کے لیے میری جماعت کے اکثر احباب دور دور کی مسافت قطع کر کے 19 جون 1897 عیسوی کو ہی قادیان میں تشریف لائے اور یہ سب 225 آدمی تھے اوراس جگہ کے ہمارے مرید اور مخلص بھی ان کے ساتھ شامل ہوئے جن میں ایک گروہ کثیر ہو گیا اور وہ سب 20 جون 1897 عیسوی کو اس مبارک تقریب میں باہم مل کر دعا اور شکر باری تعالیٰ میں مصروف ہوئے۔اس تقریب پر ایک کتاب شکرگزاری جناب قیصرۂ ہند کے لیے تالیف کر کے اور چھاپ کر اس کا نام تحفہ قیصریہ رکھا گیا اور چند جلدیں اس کی نہایت خوبصورت مجلد کرا کے ان میں سے ایک حضرت قیصرۂ ہند کے حضور میں بھیجنے کے لیے بخدمت صاحب ڈپٹی کمشنر بھیجی گئی اور ایک کتاب بحضور وائسرائے گورنر جنرل کشور ہند روانہ ہوئی اور ایک بحضور جناب نواب لیفٹیننٹ گورنر پنجاب بھیج دی گئی۔اب وہ دعائیں جو چھ زبانوں میں کی گئی ذیل میں لکھی جاتی ہیں اور بعد اس کے ان تمام دوستوں کے نام درج کیے جائیں گے جو تکالیفِ سفر اٹھا کر اس جلسہ کے لیے قادیان میں تشریف لائے۔''

(اعلان مرزا غلام احمد قادیانی، مجموعہ اشتہارات:425/2)

بانی جماعتِ احمد یہ نے 7 مئی 1907 عیسوی میں اپنی جماعت کو خاص طور پر تاکیدی نصیحت کی کہ وہ ظالموں کے پنجہ سے محفوظ رہنے کے لیے برطانوی حکومت کی پوری پوری اطاعت کریں۔ملاحظہ فرمائیں ان کا خصوصی اعلان:

''چونکہ میں دیکھتا ہوں کہ ان دنوں میں بعض جاہل اور شریر لوگ اکثر ہندوؤں میں سے اور کچھ مسلمانوں میں سے گورنمنٹ کے مقابل پر ایسی ایسی حرکتیں ظاہر کرتے ہیں جن سے بغاوت کی بُو آتی ہے۔بلکہ مجھے شک ہوتا ہے کہ کسی وقت باغیانہ رنگ ان کی طبائع میں پیدا ہو جائے گا۔اس لیے میں اپنی جماعت کے لوگوں کو جو مختلف مقامات پنجاب اور ہندوستان میں موجود ہیں جو بفضلہ تعالیٰ کئی لاکھ تک ان کا شمار پہنچ گیا ہے۔نہایت تاکید سے نصیحت کرتا ہوں کہ وہ میری اس تعلیم کو خوب یاد رکھیں جو قریباً 26 برس سے تقریری اور تحریری طور پر ان کے ذہن نشین کراتا آیا ہوں۔یعنی یہ کہ اس گورنمنٹ انگریزی کی پوری اطاعت کریں کیونکہ وہ ہماری محسن گورنمنٹ ہے۔اس کی ظلِ حمایت میں ہمارا فرقہ احمد یہ چند سال میں لاکھوں تک پہنچ گیا ہے اوراس گورنمنٹ کا احسان ہے کہ اس زیر سایہ ہم ظالموں کے پنجہ سے محفوظ ہیں۔'' (مجموعہ اشتہارات:582/3)

بانی جماعتِ احمد یہ کی اس نصیحت کو ان کے صاحبزادے مرزا بشیر الدین محمود نے پلے باندھ لیا۔جب وہ اپنے ابا کی گدی پر بیٹھے، اُس وقت ایک طرف ''الہلال''، ''زمیندار''، ''ہمدرد'' اور ''کامریڈ'' جیسے اخبارات ہندوستانیوں کے قلب و ذہن میں برصغیر پر قابض انگریزی سرکار کے خلاف بغاوت کے جذبات ابھار رہے تھے اور دوسری طرف جنگ عظیم اول دنیا کو اپنی لپیٹ میں لینے جا رہی تھی۔مرزا محمود نے اس موقع کو غنیمت جانا۔ان کے ابا حضور تو صرف کتابیں لکھ کر اور اشتہارات چھاپ کر ہی انگریز سرکار کی خدمت کرتے رہے، لیکن میاں صاحبزادے نے دو قدم آگے بڑھ کر انگریز سرکار کے لیے

اندرون و بیرون ہند اپنی اور اپنی جماعت کی خدمات پیش کر دیں جن میں انگریز کے لیے فوجی بھرتی، جاسوسی، اندرونِ ہند آزادی پسند تحریکوں کی مخالفت وغیرہ شامل تھیں۔ مرزا محمود اکثر اپنے خطبات میں ان خدمات کا فخریہ طور پر ذکر کیا کرتے تھے جبکہ کبھی کبھار خوگرِ حمد سے تھوڑا سا گلہ بھی سن لے کے مصداق انگریز سرکار کے روبرو شکایتی انداز بھی اختیار کرتے جو حکیم الامت علامہ اقبال علیہ الرحمہ کے بقول ان کا خاص حربہ اور انگریز سرکار کے لیے پیغام ہوتا تھا کہ مینوں نوٹ وکھا میرا موڈ بنے۔ آیئے دیکھتے ہیں کہ مرزا محمود جنگِ عظیم اول میں انگریز سرکار کے لیے اپنی اور اپنی جماعت کی خدمات کیسے گنواتے ہیں:

''لارڈ چیمسفورڈ نے میرے نام اپنی چٹھی میں اس کا ذکر کیا کہ حکومت نے ایک کمیونک شائع کیا ہے کہ آپ کی جماعت نے بہت مدد دی ہے۔ پھر کابل میں لڑائی ہوئی اور اس موقع پر بھی میں نے فوراً حکومت کی مدد کی، اپنے چھوٹے بھائی کو فوج میں بھیجا جہاں انہوں نے بغیر تنخواہ کے چھ ماہ کام کیا''۔ (خطباتِ محمود: 54/ 16)

''ہم حکومت کی ایسی خدمت کرتے ہیں کہ اس کے پانچ پانچ ہزار روپیہ ماہوار تنخواہ پانے والے ملازم بھی کیا کریں گے۔'' (خطباتِ محمود: 341/ 12)

''ہم نے ابتدائے سلسلہ سے گورنمنٹ کی وفاداری کی۔ ہم ہمیشہ یہ فخر کرتے رہے کہ ہم ملک معظم کی وفادار رعایا ہیں۔ کئی ٹوکرے خطوط کے ہمارے پاس ایسے ہیں جو میرے نام یا میری جماعت کے سیکرٹریوں یا افرادِ جماعت کے نام ہیں جن میں گورنمنٹ نے ہماری جماعت کی وفاداری کی تعریف کی۔ اسی طرح ہماری جماعت کے پاس کئی ٹوکرے تمغوں کے ہوں گے۔ ان لوگوں کے تمغوں کے جنہوں نے اپنی جانیں گورنمنٹ کے لیے فدا کیں۔ یہ اتنے ٹوکرے ہیں کہ افسر کے وزن سے بھی ان کا وزن زیادہ ہے''۔ (خطباتِ محمود: 314/ 15)

قابلِ ذکر امر یہ ہے کہ جماعتِ احمدیہ کے اربابِ بست و کشاد کو خود بھی یہ احساس تھا کہ وہ جن گمراہ کن عقائد و نظریات کے ساتھ مسلم امہ میں نقب لگانے کی سعی کر رہے ہیں، اس پر اسلامیانِ ہند میں شدید اشتعال پایا جاتا ہے۔ اس لیے وہ انگریز سرکار کی سرپرستی کو اپنی سلامتی و آزادی کے لیے ضروری خیال کرتے تھے۔ اس سلسلے میں جماعتِ احمدیہ کا ترجمان اخبار ''الفضل'' قادیان اپنی 13 ستمبر 1914 عیسوی کی اشاعت میں لکھتا ہے:

''ایرانی گورنمنٹ نے جو سلوک مرزا علی محمد باب، بانی فرقہ بابیہ اور اس کے بے کس مریدوں کے ساتھ محض مذہبی اختلاف کی وجہ سے کیا اور جو ستم اس فرقہ پر توڑے گئے، وہ ان دانشمند لوگوں پر مخفی نہیں ہیں جو قوموں کی تاریخ پڑھنے کے عادی ہیں اور پھر سلطنتِ ٹرکی نے جو ایک یورپ کی سلطنت کہلاتی ہے، جو برتاو بہاالله، بانی فرقہ بابیہ بہائیہ اور اس کے جلاوطن پیروؤں سے 1863 عیسوی سے لے کر 1892 عیسوی تک پہلے قسطنطنیہ پھر ایڈریانوپل اور بعد ازاں اکہ کے جیل خانہ میں کیا، وہ بھی دنیا کے اہم واقعات پر اطلاع رکھنے والوں پر پوشیدہ نہیں ہے۔ دنیا میں تین ہی بڑی اسلامی سلطنتیں کہلاتی ہیں اور تینوں نے جو تنگ دلی اور تعصب کا نمونہ اس شائستگی کے زمانہ میں دکھایا، وہ احمدی قوم کو یہ یقین دلائے بغیر نہیں رہ سکتا کہ احمدیوں کی آزادی تاج برطانیہ کے ساتھ وابستہ ہے اور چونکہ خدا نے برٹش راج میں سلامتی کا شہزادہ (مرزا قادیانی) کو دنیا کی رہنمائی کے لیے بھیجا گویا خدا نے تمام دنیا کی حکومتوں پر بلحاظ فیاضی، فراغ دلی اور بے تعصبی کے برٹش گورنمنٹ کو ترجیح دی۔ لہٰذا تمام سچے احمدی جو حضرت مرزا

صاحب کو مامور من اللہ اور ایک مقدس انسان تصور کرتے ہیں، بدوں کسی خوشامد اور چاپلوسی کے دل سے یقین کرتے ہیں کہ برٹش گورنمنٹ ان کے فضلِ ایزدی اور سایہ رحمت ہے اور اس کی ہستی کو وہ اپنی ہستی خیال کرتے ہیں''۔

جنگِ عظیم اول میں برطانیہ عظمٰی کی فتح پر جماعتِ احمدیہ کی خوشی دیدنی تھی۔ اس کے موقع پر قادیان میں جو چراغاں کیا گیا، اس کی رپورٹ ''الفضل'' قادیان بابت 3 دسمبر 1918 عیسوی میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ اس سلسلے میں مذکورہ اخبار لکھتا ہے:

''گورنمنٹ برطانیہ کی شاندار فتح کی خوشی میں نماز مغرب کے بعد دارالعلوم اور اندرون قصبہ میں روشنی اور چراغاں کیا گیا جو بہت خوبصورت اور دل کش تھا۔ اندرون قصبہ میں احمدیہ بازار کے دونوں طرف مدرسہ احمدیہ اور بورڈنگ مدرسہ احمدیہ کی عمارتوں پر بے شمار چراغ جلائے گئے اور منارۃ المسیح پر گیس کی روشنی کی گئی جس کا نظارہ بہت دلفریب تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی اور خاندانِ مسیح موعود کے مکانات پر بھی چراغ روشن کیے گئے۔ اس کے علاوہ تمام احمدی احباب نے اپنے اپنے مکانات پر خوب روشنی کی جس سے محلوں میں خاص رونق اور خوشنمائی پیدا ہوگئی۔ دارالعلوم میں بورڈنگ ہاوس اور ہائی سکول کی شاندار عمارت کے بلند ترین طاق کو چراغوں سے نہایت عمدگی سے سجایا گیا اور ساری عمارت کے طول اور عرض کو بہت خوبی کے ساتھ روشن کیا گیا۔ دوسرے مکانات پر بھی روشنی کا عمدہ انتظام تھا۔ غرض کہ احمدیوں کا کوئی مکان اور کوئی عمارت ایسی نہ تھی جس پر روشنی نہ کی گئی۔ یہ پُرلطف اور مسرت انگیز نظارہ بہت موثر اور خوشنما تھا اور اس سے احمدیہ پبلک کی اس عقیدت پر خوب روشنی پڑتی تھی جو اسے گورنمنٹ برطانیہ کے ساتھ ہے''۔

امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ کے روبرو شکوہ چشمے والے کی فریاد پر حیرت زدہ حلقوں کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ قادیانی امت اول روز سے ہی استعماری قوتوں کو اپنے لیے ڈھال قرار دیتی آئی ہے کہ ماضی میں جن کا سرخیل برطانیہ تھا اور اب امریکہ ہے۔ اس سلسلے میں قادیانی اخبار ''الفضل'' اپنی 19 اکتوبر 1915 عیسوی کی اشاعت میں لکھتا ہے:

''یہ بات روزِ روشن کی طرح ظاہر ہوتی جاتی ہے کہ فی الواقع گورنمنٹ برطانیہ ایک ڈھال ہے جس کے نیچے احمدی جماعت آگے ہی آگے بڑھتی جاتی ہے۔ اس ڈھال کو ذرہ ایک طرف کر دو اور دیکھو کہ زہریلے تیروں کی کیسی خطرناک بارش تمہارے سروں پر ہوتی ہے۔ ہمارے مخالف اس بات کے انتظار میں رہتے ہیں کہ ذرہ ان کو موقع ملے اور وہ زمین سے ہماری جڑ اکھاڑ کر پھینک دیں۔ پس کیوں ہم اس گورنمنٹ کے شکرگزار نہ ہوں۔ ہمارے فوائد اس گورنمنٹ سے متحد ہوگئے ہیں اور اس گورنمنٹ کی تباہی ہماری تباہی ہے اور اس گورنمنٹ کی ترقی ہماری ترقی۔ جہاں جہاں اس گورنمنٹ کی ترقی پھیلتی جاتی ہے، ہمارے لیے تبلیغ کا ایک اور میدان نکلتا آتا ہے۔ پس کسی مخالف کا اعتراض ہم کو اس گورنمنٹ کی وفاداری سے نہیں پھیر سکتا کہ نادان سے نادان انسان بھی اپنی جان کا آپ دشمن نہیں ہوتا''۔

1918 عیسوی میں مرزا محمود نے بھی اپنے ایک خصوصی اعلان کے ذریعے اپنی جماعت کو کچھ ایسی ہی نصیحت فرمائی تھی۔ مذکورہ اعلان کو ''الفضل'' قادیان نے اپنی 27 جولائی 1918 عیسوی کی اشاعت میں شامل کیا جس کے مندرجات یہ ہیں:

''ایک بات جس کا فوراً آپ لوگوں تک پہنچانا ضروری ہے، اس وقت کہنا چاہتا ہوں اور وہ یہ کہ سلسلہ احمدیہ کا گورنمنٹ برطانیہ سے جو تعلق ہے، وہ باقی تمام جماعتوں سے نرالا ہے۔ ہمارے حالات ہی اس قسم کے ہیں کہ گورنمنٹ

اور ہمارے فوائد ایک ہوئے ہوئے ہیں۔ گورنمنٹ برطانیہ کی ترقی کے ساتھ ہمیں بھی قدم آگے بڑھانے کا موقع ہے اور اس کو خدانخواستہ اگر کوئی نقصان پہنچے تو اس صدمے سے ہم بھی محفوظ نہیں رہ سکتے۔ اس لیے شریعتِ اسلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے احکام کے ماتحت اور خود اپنے فوائد کی حفاظت کے لیے اس وقت جب کہ جنگ و جدال کی گرم بازاری ہے۔ ہماری جماعت کا فرض ہے کہ وہ ہر ممکن طریق سے گورنمنٹ کی مدد کرے''۔

مرزا بشیر الدین محمود نے اپنے والد کی گدی سنبھالتے ہی گورے حاکم سے ذاتی روابط بڑھانے شروع کر دیئے۔ اس سلسلے میں وہ اعلیٰ انگریز حکام کی خدمت میں گاہے گاہے حاضری بھی دیتے۔ فریقین کے مابین خط و کتابت کا سلسلہ بھی جاری رہتا۔ علاوہ ازیں جماعتِ احمدیہ کے وفود بھی اعلیٰ حکام سے ملاقات کر کے انہیں اپنی وفاداری کا یقین دلاتے رہتے۔ نمونے کے طور پر چند مثالیں پیش ہیں۔

1919 عیسوی کے اواخر میں جماعتِ احمدیہ کے وفد نے پنجاب کے نئے لیفٹیننٹ گورنر سر ایڈورڈ میکلیگن سے ملاقات کے موقع پر جو عرضداشت پیش کی، اُس میں صوبے کے نئے حاکمِ اعلیٰ کو اپنی وفاداری کا یوں یقین دلایا گیا:

''آئندہ مشکلات اور آنے والے واقعات کی نسبت سوائے خدائے تعالیٰ کے اور کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا اور ہم نہیں جانتے کہ جناب کے عرصہ کارگزاری میں واقعات کس رنگ میں ظہور پذیر ہوں گے مگر ہم خدا تعالیٰ کے فضل سے یہ کہہ سکتے ہیں کہ جو کچھ بھی ہو، جناب جماعتِ احمدیہ کو ملکِ معظم کا نہایت وفادار اور سچا خادم پائیں گے کیونکہ وفاداریِ گورنمنٹ جماعتِ احمدیہ کی شرائطِ بیعت میں سے ایک شرط رکھی گئی ہے اور بانی سلسلہ (مرزا قادیانی) نے اپنی جماعت کو وفاداریِ حکومت کی اس طرح بار بار تاکید ہے کہ اس کی اسّی کتابوں میں کوئی کتاب بھی نہیں جس میں اس کا ذکر نہ کیا گیا ہو اور اس کی وفات کے بعد اس کے اول جانشین (حکیم نور الدین) نے اپنے زمانہ میں اور دوسرے جانشین ہمارے موجودہ امام (مرزا محمود) نے بھی بانی سلسلہ کی تعلیم کی اتباع میں جماعت کو تعلیم دیتے وقت اس امر کو خاص طور پر مدِنظر رکھا ہے۔ پس جناب اور جناب کی گورنمنٹ ہر وقت ہماری جماعت کی عملی ہمدردی پر بھروسہ رکھ سکتی ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ اس کا یہ بھروسہ خطا نہیں کرے گا''۔ (''الفضل'' قادیان بابت 22 دسمبر 1919 عیسوی)

اسی طرح گاہے گاہے وائسرائے ہند لارڈ ریڈنگ، پرنس آف ویلز، وائسرائے ہند لارڈ ارون اور دیگر اعلیٰ انگریز حکام سے بھی سر ظفر اللہ خان قادیانی کی قیادت میں جماعتِ احمدیہ کے وفود ملتے رہتے جو دورانِ ملاقات انگریز حاکم کو صرف ایک ہی بات کی یقین دہانی کراتے کہ جماعتِ احمدیہ برطانیہ عظمیٰ کی خدمت گار ہے اور رہے گی۔ دورانِ ملاقات مذکورہ بالا شخصیات کی خدمت میں پیش کی گئی عرضداشتیں اس پر گواہ ہیں۔ چنانچہ اس اظہارِ وفاداری کے جواب میں انگریز حکام کی طرف سے بھی جماعتِ احمدیہ کے لیے نیک تمناؤں کا اظہار کیا جاتا۔ ایسا ہی ایک خط ملاحظہ فرمائیں جو لیفٹیننٹ گورنر پنجاب کے پرائیویٹ سیکرٹری کی طرف سے جماعتِ احمدیہ کو لکھا گیا جسے بعد ازاں ''الفضل'' نے ''افادۂ عام'' کے لیے شائع کر دیا:

''پرائیویٹ سیکرٹری نواب لیفٹیننٹ گورنر بہادر تحریر فرماتے ہیں:

جنابِ من! آپ نے جو خط ہز آنر لیفٹیننٹ گورنر بہادر پنجاب کے نام ارسال فرمایا تھا، اس کے متعلق مجھے یہ کہنے

کی ہدایت ہوئی ہے کہ نواب لیفٹیننٹ گورنر بہادر نے آپ کی تحریر کو بڑی توجہ سے ملاحظہ فرمایا اور آپ کے اظہارِ وفاداری نیز اس نازک موقع پر اپنے پیروؤں کو ملکِ معظم اور ملک کے ساتھ دینے کی گراں بہا نصیحت کو استحسان اور قدر کی نظر سے دیکھا ہے۔ چند ہفتہ قبل ضلع گورداسپور کا دورہ کرتے وقت ہز آنر احمدی جماعت کے ایک وفد سے مل کر خوش ہوئے اور جو کچھ حضور نے اس وقت فرمایا تھا، اب پھر اس کا اعادہ فرماتے ہیں، وہ یہ کہ گورنمنٹ عالیہ نے جو وسیع مذہبی آزادی اپنی رعایا کو دے رکھی ہے اس کی بنا پر احمدی جماعت گورنمنٹ کی حفاظت پر بھروسہ کر سکتی ہے اور گورنمنٹ عالیہ کو بھی احمدی جماعت اور اس کے امام کی طرف سے نہ صرف وفادارانہ امداد کی امید بلکہ یقین ہے''۔ (''الفضل'' قادیان بابت 29 نومبر 1914 عیسوی)

چونکہ تالی دونوں ہاتھوں سے بجتی ہے اس لیے اگر جماعتِ احمدیہ اور اس کی قیادت انگریز سرکار کی خدمت کو اپنے ایمان کا حصہ خیال کرتی تھی تو دوسری طرف سرکار بھی اندرون و بیرونِ ہند اُن کے حقوق کی پوری حفاظت کرتی تھی۔ 1927 عیسوی میں قادیانی وفد نے وائسرائے ہند لارڈ ارون سے ملاقات کے دوران ایسی ہی ایک ''سرکاری مہربانی'' کا شکریہ یوں ادا کیا تھا:

''ہم اس موقع پر گورنمنٹ برطانیہ کا شکریہ ادا کیے بغیر نہیں رہ سکتے کہ اس نے ہر حالت میں ہماری حفاظت کی ہے اور پچھلے دنوں میں ہی جناب کے زمانہ وائسرائلٹی میں ہمارے ایک مبلغ مولوی ظہور حسین صاحب کو جنہیں روسی گورنمنٹ نے قید کر لیا ہوا تھا، جناب کی گورنمنٹ نے نہایت سخت قید سے جس کا گہرا اثر ان کی صحت پر پڑا ہے، نکال کر بحفاظت تمام مرکز سلسلہ (قادیان) میں پہنچایا ہے جس کا ہم ایک دفعہ پھر اس موقع پر بھی شکریہ ادا کرتے ہیں۔''

(''الفضل'' قادیان بابت 8 مارچ 1927 عیسوی)

مرزا محمود نے خود حکومت برطانیہ کے احسانات کا ذکر کرتے ہوئے اپنی کتاب میں لکھا:

''گورنمنٹ برطانیہ کے ہم پر بڑے بڑے احسان ہیں اور ہم بڑے آرام اور اطمینان سے زندگی بسر کرتے اور اپنے مقاصد کو پورا کرتے ہیں۔ اور اگر دوسرے ممالک میں تبلیغ کے لیے جائیں تو وہاں بھی برٹش گورنمنٹ ہماری مدد کرتی ہے''۔

(برکاتِ خلافت، انوار العلوم: 2/202)

جماعتِ احمدیہ کو تحفظ فراہم کرنے کے لیے انگریز سرکار کس حد تک ایکشن لیتی تھی، اس کا اندازہ قیامِ پاکستان سے پہلے مالابار کے علاقے میں ہونے والے ایک واقعے سے لگایا جا سکتا ہے جس کا ذکر مرزا محمود نے بھی اپنی کتاب میں کیا ہے:

''چند دنوں کا ہی ذکر ہے کہ ہمارے مالابار کے احمدیوں کی حالت بہت تشویش ناک ہوگئی تھی۔ ان کے لڑکوں کو سکولوں میں آنے سے بند کر دیا گیا۔ ان کے مردے دفن کرنے سے روک دیئے گئے۔ چنانچہ ایک مردہ کئی دن تک پڑا رہا۔ مسجدوں سے روک دیا گیا۔ گورنمنٹ نے احمدیوں کی تکلیف دیکھ کر اپنے پاس سے زمین دی ہے کہ اس میں مسجد اور قبرستان بنالو۔ ڈپٹی کمشنر نے یہ حکم دیا کہ اگر اب احمدیوں کو کوئی تکلیف ہوئی تو مسلمانوں کے جتنے لیڈر ہیں، ان سب کو نئے قانون کے ماتحت ملک بدر کر دیا جائے گا''۔ (انوار خلافت، انوار العلوم: 3/152)

مرزا محمود نے اپنے عہد میں ہی یہ کوششیں شروع کر دی تھیں کہ ان کے پیروکار زیادہ سے زیادہ سرکاری عہدوں پر براجمان ہو سکیں تا کہ جماعتِ احمدیہ سرکاری وغیر سرکاری حکومت مخالف عناصر پر نظر رکھ کر اپنے آقائے ولی نعمت کی زیادہ

بہتر طریقے سے خدمت کر سکے۔ اس سلسلے میں خود مرزا محمود کا یہ کہنا تھا:

''ایک دفعہ گورنمنٹ کے ایک سیکرٹری شملہ میں چائے پر میرے پاس آئے۔ میں نے انہیں کہا کہ آپ کی ہر بات کانگریس کے پاس پہنچتی رہتی ہے۔ آپ کو بھی کوئی ایسا انتظام کرنا چاہیے کہ ان کی باتیں آپ کو پہنچتی رہیں۔ یہ حالت اس لیے ہوتی ہے کہ گورنمنٹ خیال نہیں رکھتی کہ وفادار جماعتوں کو اعلیٰ عہدوں پر پہنچائے۔ اگر اعلیٰ عہدوں پر اس کی وفادار جماعت کے ارکان ہوں تو اس کے راز مخفی رہیں اور کبھی وہ حالت نہ ہو جو آج ہے''۔ (خطباتِ محمود: 380/15)

انگریز حکام جماعتِ احمدیہ کا کتنا خیال رکھتے تھے، یہ کہانی اگر مرزا محمود کی زبانی سنی جائے تو زیادہ بہتر ہوگا:

''پھر اسی پنجاب میں سر ایڈوائر جیسا آدمی بھی گزرا ہے۔ ان کے زمانہ میں ایک انگریز ڈپٹی کمشنر نے میرے ساتھ سخت لہجہ میں گفتگو کی اور سر موصوف کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے اسے پہلے بدل دیا اور پھر اس کا تنزل کر دیا اور آخر اسے ریٹائر ہو کر واپس جانا پڑا۔ وہ فخر سے کہا کرتے تھے کہ میں پہلا شخص ہوں جس نے ایک ہندوستانی کے مقابل پر ایک انگریز افسر کو سزا دی۔ پھر اسی صوبہ میں سر جیفری ڈی مونٹ مورنسی جیسے انسان بھی گزرے ہیں۔ آج بھی یہ لوگ ہمارے ساتھ ہمدردی رکھتے ہیں۔ مسٹر تھامسن چیف کمشنر دہلی کے متعلق مجھے یاد نہیں کہ ہم نے انہیں کوئی پیغام بھیجا ہو اور انہوں نے فوراً خنداں پیشانی سے ہمارا کام نہ کر دیا ہو۔ حالانکہ بعض اوقات ان کا اس سے کوئی تعلق نہ ہوتا۔ پھر اسی ضلع میں منصف افسر رہے ہیں۔ (اخبار) ''مباہلہ'' والوں کی شورش کے ایام میں بھی انگریز ڈپٹی کمشنر تھے جو اچھی طرح انصاف کرتے رہے۔ ان سے پہلے یہاں ایک ڈپٹی کمشنر مسٹر واٹسن گزرے ہیں۔ میں جب انگلستان گیا تو وہ لندن میں مجھ سے ملنے آئے، حالانکہ وہ کہیں باہر رہتے تھے۔ میں سر ہادل کا نام پہلے لے چکا ہوں۔ میرا ذاتی تجربہ ہے کہ وہ اول درجہ کے نیک اور شریف افسر تھے۔ میرے ساتھ ان کو جیسی عقیدت تھی، وہ اس سے ظاہر ہے کہ میرے ایک عزیز کے خلاف ان کے انگریز افسر نے بالا افسروں کے پاس شکایت کی۔ مجھے پہلے تو علم نہ ہوا مگر جب علم ہوا تو میں نے سر ہادل کو کہلا بھیجا کہ درست واقعات یوں ہیں۔ انہوں نے کہا کہ میرا تعلق تو نہیں لیکن میں کوشش کروں گا۔ اس کے متعلق انہوں نے اس صیغہ کے افسر کو جو چٹھی لکھی، اس کی ایک نقل مجھے بھی مل گئی۔ انہوں نے اس میں لکھا کہ شکایت کرنے والا انگریز ہے مگر مجھے جماعت احمدیہ کے امام کی طرف سے ان کے سیکرٹری نے بتایا کہ واقعات یوں ہیں اور اگرچہ واقعات ان کے چشم دید نہیں لیکن مجھے ان پر اس قدر یقین ہے کہ میں سمجھتا ہوں کہ وہ کوئی بات بغیر تصدیق کے پیش نہیں کر سکتے۔ اس لیے ان کی بات ضرور سچی ہے۔ پس آپ اس معاملے کی بذاتِ خود تحقیق کر لیں۔ صرف رپورٹ پر انحصار نہ کریں''۔ (خطباتِ محمود: 16/453) یاد رہے کہ جس سر مائیکل ایڈوائر نے ایک ہندوستانی (مرزا محمود) کے مقابلے میں ایک انگریز افسر کو سزا دی اور جس کی مدح میں بانی جماعت احمدیہ کا جانشین رطب اللسان ہے، وہ ہندوستانیوں کا اتنا بڑا ''خیر خواہ'' تھا کہ اس کے اشارے پر جنرل ڈائر نے 13 اپریل 1919 عیسوی کو جلیانوالہ باغ امرتسر میں سینکڑوں ہزاروں بے گناہ ہندوستانیوں کو گولیوں سے بھون ڈالا تھا۔

یہ ایک دلچسپ تاریخی حقیقت ہے کہ جماعتِ احمدیہ پر اول روز سے ہی یہ الزام لگتا رہا ہے کہ وہ انگریز کی پٹھو جماعت ہے۔ اس سلسلے میں پہلی لنکا تو گھر کے ایک بھیدی نے یہ کہہ کر ڈھائی کہ جماعتِ احمدیہ کو انگریز سرکار نے برصغیر کی آزادی پسند تحریکوں پر نظر رکھنے کی ڈیوٹی سونپ رکھی ہے۔ یہ الزام قادیانی جماعت کے لاہوری گروپ کے ترجمان اخبار

''پیغام صلح'' لاہور نے لگایا تھا جسے ایک شرمناک الزام قرار دیتے ہوئے ''الفضل'' نے بھی شائع کیا۔ ''الفضل'' قادیان نے اپنی 22 جولائی 1930 عیسوی کی اشاعت میں لکھا:

''پیغام صلح نے جماعت احمدیہ پر یہ شرمناک الزام لگایا تھا کہ وہ کارِ خاص پر متعین ہے اور اس کے ثبوت میں ناظر صاحب امور خارجہ قادیان کی ایک چٹھی کا اقتباس شائع کیا تھا جو انہوں نے بیرونی جماعتوں کو ارسال کی تھی۔ اس چٹھی کے خاص فقرات یہ ہیں۔ اپنے علاقہ کی سیاسی تحریکات سے پوری طرح واقف رہنا چاہیے اور کانگرس کے اثر کے بڑھنے اور گھٹنے سے مرکز کو اطلاع دیتے رہیں۔ اگر کوئی سرکاری افسر سیاسی تحریکوں میں حصہ لیتا ہو یا کانگرسی خیالات رکھتا ہو تو اس کا بھی خیال رکھیں اور یہاں (قادیان) اطلاع دیں''۔

ممکن ہے کہ جماعتِ احمدیہ (مرزا محمود گروپ) کے لیے نرم گوشہ رکھنے والے حلقے متذکرہ بالا اقتباس پڑھ کر کہیں کہ اس میں کون سی نئی بات ہے۔ لوگ اپنے مخالفین پر ایسے الزامات لگاتے ہی رہتے ہیں۔ لیکن اگر یہی لنکا مرزا محمود خود اپنی زبانی ڈھائیں تو کیسا رہے گا۔ لیجیے! اسی سلسلے میں مرزا محمود کے خطبات میں سے دو اقتباس حاضر ہیں:

''ہماری جماعت وہ جماعت ہے جسے شروع سے ہی لوگ یہ کہتے چلے آئے کہ یہ خوشامدی اور گورنمنٹ کی پٹھو ہے۔ بعض لوگ ہم پر یہ الزام بھی لگاتے ہیں کہ ہم گورنمنٹ کے جاسوس ہیں۔ پنجابی محاورہ کے مطابق ہمیں جھولی چک اور نئے ''زمینداری'' محاورہ کے مطابق ہمیں ٹوڈی کہا جاتا ہے''۔ (خطباتِ محمود: 314/15)

''دنیا ہمیں انگریزوں کا ایجنٹ سمجھتی ہے۔ چنانچہ جب جرمنی میں احمدیہ عمارت کے افتتاح کی تقریب میں ایک جرمن وزیر نے شمولیت کی تو حکومت نے اس سے جواب طلب کیا کہ کیوں تم ایسی جماعت کی کسی تقریب میں شامل ہوئے جو انگریزوں کی ایجنٹ ہے''۔ (خطباتِ محمود: 310/15)

ہمیں یہ بات فراموش نہیں کرنی چاہئے کہ عالمی استعماری قوتیں اپنے خدمتگاروں اور ٹاؤٹوں کی خدمات کو کبھی نہیں بھولتیں، اور پھر جو پودا اپنے ہاتھوں سے لگایا ہوا ہو، اس کی حفاظت کرنا فرض اولین سمجھا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ برطانیہ ہو یا امریکہ، یہودی لابی ہو یا یورپی یونین، ان کا دستِ شفقت ہمیشہ جماعتِ احمدیہ کے سر پر رہتا ہے۔ دیگر خدمات کے علاوہ اس کی ایک وجہ اور بھی ہے جس کا ذکر عشروں پہلے خواجہ حسن نظامیؒ نے اپنے اخبار ''منادی'' میں کیا تھا۔ ''الفضل'' قادیان اپنی 20 مئی 1930 عیسوی کی اشاعت میں خواجہ صاحب کے مضمون کا اقتباس نقل کرتا ہے:

''جناب خواجہ (حسن نظامی) صاحب اپنے روزنامچہ مندرجہ ''منادی'' مورخہ 4 اپریل کے صفحہ 18 پر تحریر فرماتے ہیں: چند قادیانی اصحاب ملنے آئے۔ میں نے پوچھا آپ لوگ غیر قادیانیوں سے رشتہ داری کیوں نہیں کرتے اور ان کے پیچھے نماز کیوں نہیں پڑھتے۔ انہوں نے کہا اس لیے کہ غیر قادیانی لوگ ہم کو کافر کہتے ہیں۔ میں نے کہا میں قادیانیوں کو کافر نہیں کہتا بلکہ ان کے تبلیغی کاموں کی بہت تعریف کرتا ہوں تو کیا آپ میرے پیچھے نماز پڑھ لیں گے۔ انہوں نے انکار کیا میں نے کہا یہی دو چیزیں ایسی ہیں جن کی وجہ سے میرے دل پر یہ اثر ہوتا ہے کہ قادیانی فرقہ مسلمانوں کی اخوت میں تفریق پیدا کرنے والا ہے اور جو شخص مسلمانوں کی تفریق کا باعث ہو میں اس کو سیاسی اور مذہبی مجرم سمجھتا ہوں''۔

کیا اب بھی یہ سمجھنا مشکل ہے کہ چناب نگر کے ایک معمولی کتب فروش کی سزائے قید معاف کرانے کے بعد اسے جیل سے نکلوا کر امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ کی بارگاہ میں کیسے اور کیونکر پہنچایا گیا۔ اس لیے کہ مسلم امہ کی وحدت کو پارہ پارہ کرنے والے عناصر اول روز سے باطل قوتوں کی آنکھ کا تارہ ہیں۔ آج بھی مسلم امہ کو ترکِ جہاد کی تلقین کرنے والے اور قرآن مجید کی من مانی تفسیر کر کے مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی سعی میں مصروف نام نہاد ''دانشوروں'' اور ''علمائے دین'' کو عالمی استعماری قوتیں سر آنکھوں پہ بٹھاتی ہیں۔ علاوہ ازیں شکور چشمے والے نے ڈونلڈ ٹرمپ کے روبرو جس طرح اپنی مظلومیت کا رونا رویا، یہ کوئی نئی بات نہیں بلکہ اس بڑے میاں نے تو محض اپنے ''باوا'' کی سنت زندہ کی ہے کہ مشکل وقت میں بانی جماعتِ احمدیہ بھی اپنے غیر ملکی آقائے ولی نعمت کے روبرو ایسے ہی اپنی فریاد پیش کیا کرتے تھے۔ نمونہ کے طور پر ان کی ایک ''عرضی'' ملاحظہ فرمائیں:

''اب میں اس گورنمنٹ محسنہ کے زیر سایہ ہر طرح سے خوش ہوں۔ صرف ایک رنج اور درد و غم ہر وقت مجھے لاحق حال ہے جس کا استغاثہ پیش کرنے کے لیے اپنی محسن گورنمنٹ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں اور وہ یہ ہے کہ اس ملک کے مولوی مسلمان اور ان کی جماعتوں کے لوگ حد سے زیادہ مجھے ستاتے اور دکھ دیتے ہیں۔ میرے قتل کے لیے ان لوگوں نے فتوے دیئے ہیں۔ مجھے کافر اور بے ایمان ٹھہرایا ہے اور بعض ان میں سے حیا اور شرم کو ترک کر کے اس قسم کے اشتہار میرے مقابل پر شائع کرتے ہیں کہ یہ شخص اس وجہ سے بھی کافر ہے کہ اس نے سلطنتِ انگریزی کو سلطنت روم پر ترجیح دی ہے اور ہمیشہ سلطنت انگریزی کی تعریف کرتا ہے''۔ (مجموعہ اشتہارات: 3/143)۔ مسلمانوں اور قادیانیوں میں یہی بنیادی فرق ہے کہ حضور خاتم النبیین ﷺ کے امتی پر کوئی مشکل وقت آئے تو وہ بارگاہِ الٰہی میں فریاد کرتا ہے۔ قادیانی جماعت پر کوئی مشکل گھڑی آئے تو وہ بارگاہِ استعمار میں فریاد کرتی ہے۔ ایک کی آنکھوں کا سُرمہ خاکِ مدینہ و نجف اور دوسری کا مرکزِ نگاہ تل ابیب و واشنگٹن ہیں۔

اگرچہ تحریک ختم نبوت 1974 کی تاریخی کامیابی کے بعد سے ہی عالمی استعماری قوتیں قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے والی آئینی ترمیم اور قانون توہین رسالت کے خاتمے کے لیے مسلسل سازشوں میں مصروف رہتی ہیں، لیکن چند مذہبی بہروپیوں کے ذریعے نواز شریف کے خلاف ختم نبوت کے مسئلے کو ہوا دے کر 2018 کا جنرل الیکشن چرانے والی تحریک انصاف کے دور میں یہ سازشیں اپنے عروج پر پہنچ گئی ہیں اور ستم ظریفی تو یہ ہے کہ عامر لیاقت حسین اور شیخ رشید جیسے ''محافظانِ ختم نبوت'' بھی منہ میں گھنگھنیاں ڈالے بیٹھے ہیں۔ کچھ عرصہ پہلے سابق رکن پارلیمنٹ محترم حافظ حسین احمد صاحب نے ہمیں بتایا کہ پاکستان میں جب بھی سیاسی سطح پر غیر یقینی صورتحال پیدا ہو تو جماعتِ احمدیہ کی سرپرست عالمی استعماری قوتیں قانون توہینِ رسالت اور قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے والی آئینی ترمیم کے خلاف سرگرم ہو جاتی ہیں کیونکہ ایسے حالات میں کمزور بیسا کھیوں پر کھڑی حکومت اور مسندِ اقتدار پر براجمان ہونے کی خواہش مند سیاسی قوتوں سے سودے بازی آسانی سے کی جا سکتی ہے۔

چھ سات ماہ پہلے ایک سینئر رکن پارلیمنٹ نے ہمیں آف دی ریکارڈ بتایا کہ پی ٹی آئی کو اقتدار تو سونپ دیا گیا لیکن وہ قومی اسمبلی میں اتنی اکثریت حاصل نہیں کر سکی جس کے ذریعے اپنی مرضی کی قانون سازی کر سکے، لہٰذا واقفانِ حال امکان ظاہر کر رہے ہیں کہ اگلے چند مہینوں کے دوران اپوزیشن جماعتوں کی صف اول کی قیادت کو مختلف الزامات کے تحت حوالۂ زنداں کر کے 2019 کے اواخر تک مڈٹرم الیکشن کرایا جائے گا تاکہ پی ٹی آئی قومی اسمبلی میں دو تہائی اکثریت حاصل کرے اور پھر اپنی من مرضی

کی قانون سازی کی جائے۔ اُس وقت تو ہم نے یہ سوچ کر اس بات پر زیادہ توجہ نہ دی کہ یہ اپوزیشن کے ایک رکن پارلیمنٹ کا محض حکومت مخالف پروپیگنڈا بھی ہوسکتا ہے۔ لیکن جب سے رانا ثنا اللہ کو منشیات فروشی کے الزام کے تحت گرفتار کیا گیا، جب کہ مسلم لیگ (ن) اور پیپلز پارٹی کے دیگر کئی بڑے رہنماوں کے گرد بھی نیب گھیرا تنگ کر رہا ہے، علاوہ ازیں مولانا فضل الرحمان کو بھی نیب کی طرف سے عنقریب طلب کیے جانے کا امکان ہے، تب سے مذکورہ بالا گفتگو ہمیں بہت یاد آ رہی ہے۔ اور اب جب سے وزیر اعظم امریکہ کا دورہ کر کے آئے ہیں اور وہاں ان کے پہنچنے سے پہلے ہی شکور چشمے والے کا ڈونلڈ ٹرمپ کے پاس پہنچ جانا، امریکہ میں عمران خان کی پذیرائی کے لیے منعقد کیا گیا بڑا اجلاسہ جس کے متعلق خلقِ خدا کہہ رہی ہے کہ اس کا انتظام جماعتِ احمدیہ نے کیا تھا، یہ سب باتیں کسی بڑی انہونی کی طرف اشارہ کر رہی ہیں۔ ایوان اقتدار کی غلام گردشوں تک رسائی رکھنے والے واقفانِ حال کا تو یہ بھی کہنا ہے کہ دوہری شہریت رکھنے والوں کے لیے الیکشن لڑنے کی پابندی ختم کرنے کی تجویز بھی اسی لیے زیرِ غور ہے تا کہ جماعت احمدیہ کے وفاداروں کو فائدہ پہنچ سکے۔ یہ وہ امکانات ہیں جن پر باخبر محبِ وطن حلقوں کو سخت تشویش ہے۔

تاریخ بتاتی ہے کہ 1970 کے عام انتخابات میں شہید ذوالفقار علی بھٹو اور ان کی جماعت پیپلز پارٹی پر جماعتِ احمدیہ نے خاصی سرمایہ کاری کی تھی تا کہ اقتدار میں آنے کے بعد وہ ان کے مفادات کو تحفظ فراہم کریں۔ ''قادیان سے اسرائیل تک'' نامی کتاب کے مولف نے روزنامہ ندائے ملت لاہور بابت 29 دسمبر 1970 کے حوالے سے لکھا ہے: ''1970 کے عام انتخابات میں قادیانیوں نے پیپلز پارٹی کے ساتھ باقاعدہ معاہدہ کر کے ان کی مالی اور افرادی مدد کی۔ انہوں نے اس پارٹی کو تمام قادیانیوں کے ووٹ دلوائے''۔ (صفحہ:223) لیکن ربِ کائنات نے جماعتِ احمدیہ کے تابوت میں کیل ٹھونکنے کے لیے اسی شہید بھٹو کا انتخاب فرمایا اور بے شک وہ بہترین تدبیر کرنے والا ہے۔ امیدِ واثق ہے کہ اِس بار بھی جماعتِ احمدیہ کی سرپرست استعماری قوتوں کی سازشیں ان شاء اللہ ناکام ہوں گی، البتہ قادیانیوں کے سہولت کار بننے والے پاکستانی اربابِ اقتدار کو اپنے انجام کی ضرور فکر کرنی چاہیے۔ مرحوم جنرل حمید گل فرمایا کرتے تھے کہ تاریخ یہ بتاتی ہے اور میرا اس بات پر کامل ایمان ہے کہ ناموسِ رسالت کے معاملے میں جس شخص سے کوئی جرم سرزد ہوا، یا جس شخص نے توہینِ رسالت کے مجرم کا ساتھ دیا، یا پھر اس معاملے میں غفلت برتی، وہ شخص مرنے سے پہلے رسوا ضرور ہو گا۔

احرار کا چراغ مصطفویؐ.....قادیاں کا شرار بولہبی　　　قسط: ۳

شورش کاشمیری رحمۃ اللہ علیہ

جب تک قائداعظم زندہ رہے، چودھری ظفر اللہ خاں چوکنا رہے۔ خاں لیاقت علی خاں کی شہادت تک اس نے زیادہ پاؤں نہ پھیلائے لیکن خواجہ ناظم الدین وزیراعظم ہو گئے۔ تو اس نے تمام حدود پھاند ڈالے اور بلا جھجک قادیانیت کے پھیلاؤ میں منہمک ہو گیا۔ میرزا بشیر الدین محمود نے اپنے خطبات میں زور دینا شروع کیا کہ ان کے پیرو تمام محکموں میں بھرتی ہوں اور اس طرح فوج، پولیس، ایڈمنسٹریشن، ریلوے، فنانس، اکاؤنٹس، کسٹمز اور انجینئرنگ پر چھا جائیں۔

(ملاحظہ ہو: الفضل ۱۱ر جنوری ۱۹۵۲ء)

اسی سال مرزا بشیر الدین نے خطبہ دیا کہ:

''۱۹۵۲ء گزرنے نہ پائے کہ دشمنوں پر احمدیت کا رعب غالب آجائے اور وہ مجبور ہو کر احمدیت کی آغوش میں آگریں''۔

اس سے پہلے مرزا بشیر الدین نے دسمبر ۱۹۵۱ء کو اپنے سالانہ جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے اعلان کیا تھا کہ وقت آنے والا ہے، جب یہ لوگ (مخالفین ومنکرین) مجرموں کی حیثیت میں میرے سامنے پیش ہوں گے۔

مرزا محمود نے ۲۹ جولائی ۱۹۵۲ء کے خطبہ میں کہا:

''اپنا یا بیگانہ کوئی اعتراض کرے، کوئی پرواہ نہیں۔ ہونا وہی ہے جو میں نے کہا ہے اور وہی ایک دن ہم کر کے رہیں گے''۔ (الفضل ۲۹ جولائی ۱۹۵۲ء)

مرزا محمود نے ۲۳ جولائی ۱۹۴۸ء کو کہا کہ وہ بلوچستان کو احمدی صوبہ بنانا چاہتا ہے، منیر انکوائری رپورٹ میں مرزا محمود کے اس اعلان پر تبصرہ کرتے ہوئے ججوں نے لکھا کہ ان کی تقریر نہ صرف نامناسب بلکہ غیر مآل اندیشانہ اور اشتعال انگیز تھی۔ (رپورٹ اردو، ص: ۲۸۰)

مرزا محمود نے بلوچستان کو قادیانی صوبہ بنانے کا اعلان اس کے آخری انگریز ایجنٹ مسٹر چیفر سے ملی بھگت سے کیا اور مسٹر ڈی۔ وائی فل اور مسٹر ہنڈرسن سے پخت و پز کرنے کے بعد اس خوش فہمی کا شکار ہو گیا کہ بلوچستان ان کی ریاست ہو گا، اس نے اعلان کیا کہ اب صوبہ بلوچستان ہمارے ہاتھوں سے نکل نہیں سکتا۔ یہ ہماری شکار گاہ ہو گا۔ دنیا کی ساری قومیں مل کر بھی ہم سے یہ علاقہ چھین نہیں سکتیں۔

مرزا محمود کا یہی اصل روپ تھا جب تک انگریز رہا۔ وہ مذہب کی کمین گاہ میں بیٹھ کر انگریز کی سیاسی خدمت انجام دیتا رہا۔ انگریز چلا گیا تو سیاسی شاطر کی حیثیت سے سامنے آ گیا اور قادیانیت کو برسرِ اقتدار لانے کی جدوجہد میں سرگرم ہو گیا، مرزا اس خیال سے مطمئن تھا کہ احرار جیسی فعال جماعت مسلم لیگ سے ٹکراؤ کے باعث متروک ہو چکی ہے۔ دوسرے علماء ان

سے ٹکر لینے کا حوصلہ نہیں رکھتے اور نہ انھیں مسلم لیگ کی تن آسان لیڈرشپ سے کسی مزاحمت یا مدافعت کا خطرہ ہے، خود علماء مرزا محمود کی سیاسی عیاریوں سے بے خبر تھے۔ ان کے نزدیک مرزائیت صرف ایک مذہبی مسئلہ تھا اور وہ زیادہ سے زیادہ ختم نبوت کے مسئلہ پر کلام کرتے تھے۔ مرزا محمود ان حالات میں بطور ایک سیاسی شاطر کے حصول اقتدار کے لیے بے جھجک ہوتا گیا۔ اس کی خودسری کا یہ حال تھا کہ کسی کو خاطر میں نہ لاتا تھا اور اس گھمنڈ سے باتیں کرتا تھا، گویا ملک کی حکومت اس کے ہاتھ میں ہے، چودھری ظفر اللہ خاں عالمی سامراج کی شہ پر کام کرتا اور ملک میں جہاں کہیں جس عہدے پر کوئی مرزائی افسر تھا، وہ علی الاعلان اپنے فرقہ کی خدمت کرتا اور اپنے عقیدے کی تبلیغ میں بے باک تھا۔ احرار کا تبلیغی عنصر اس سے غافل نہ تھا، لیکن قادیانی سیاسی مسلمانوں کو یہ تاثر دینے میں کامیاب تھے کہ ان کے خلاف جو کچھ کہا جا رہا ہے، وہ مختلف اسلامی فرقوں کے تنازعات کی پرانی آویزش اور منبر و محراب کی باہمی خصومت کا پرانا ورثہ ہے۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاری اگست ۱۹۴۷ء سے لے کر دسمبر ۱۹۴۸ء تک خانہ نشین رہے، لیکن اواخر دسمبر میں پاکستانی فوج کے ایک لیفٹیننٹ کرنل نے اپنے ایک سی ایس پی دوست کے ہمراہ شاہ جی سے ملاقات کی اور بیان کیا کہ ہم پاکستان سے پہلے قادیانیت سے متعلق علماء کے تعاقب کو فی الواقعہ ایک فضول مذہبی جھگڑا سمجھتے تھے۔ آپ لوگ جب قادیانیت کے متعلق لمبے لمبے وعظ کرتے تو خیال ہوتا کہ یہ جھمیلے ملائیت کی خصوصیت ہیں یا احرار کی افتادِ طبیعت کہ وہ ذہنی طور پر مشغول رہنا چاہتے ہیں، لیکن پاکستان بن جانے کے بعد جو حقائق ہمارے مشاہدے میں آئے اور جن تجربوں سے ہم گزر رہے ہیں، وہ اتنے سنگین ہیں کہ پاکستان درجہ اوّل لیڈرشپ کے بعد

(۱) اپنی موجودہ ہیئت کھو بیٹھے گا اور اس کا کوئی دوسرا نقشہ ہوگا

(۲) یا ہندوستان کی طرف کسی نہ کسی شکل میں پلٹ جائے گا

(۳) یا اس کی حیثیت ایک مرزائی ریاست کی سی ہوگی

ان تینوں میں جو شکل جس طرح قائم ہوگی، اس کے پس منظر میں مرزائی ہوں گے اس غرض سے وہ اندر خانہ اپنے ہاتھ مضبوط کر رہے ہیں۔ شاہ جی نے ان سے کہا کہ آپ یہ سب باتیں ملک کے وزیر اعظم خان لیاقت علی خاں کے نوٹس میں لائیں اور ان سے کہیں کہ اپنی کسی معتمد ایجنسی کی معرفت جملہ معلومات حاصل کریں۔ کرنل نے کہا:

''شاہ جی ہماری اصل مصیبت یہ ہے کہ حکمران جماعت دین سے معاشرتی دلچسپی رکھتی ہے مذہبی نہیں۔ وہ اوّلاً اپنی ذات، ثانیاً اپنی جماعت پھر اس کے حدود میں اپنے مقاصد و مصالح دیکھتی ہے، اسے اسلام اور اس کی دعوت کے مضمرات مقتضیات سے کوئی تعلق نہیں۔ ہم آپ کی خدمت میں اس لیے حاضر ہوئے ہیں کہ آپ کو بتائیں کہ مرزائی کیا ہیں؟ آپ نے اس داستان کا نوٹس لیا اور اس طرح کوئی تحریک بن گئی تو لازماً حکمران جماعت آگاہ ہوگی، نتیجتاً مسلمانوں کے اجتماعی ضمیر کی بیداری سے قادیانی امت کو بھی احتساب کا اندیشہ ہوگا اور اس طرح وہ خطرہ جو ہم محسوس کرتے ہیں، ٹل جائے گا۔ اس وقت سوال مسلمان عوام اور مسلمان حکام کو اس فتنہ کے عمومی برگ و بار اور اس کی مخفی تگ و دو کے نقش و نگار سے مطلع کرنے کا ہے، میرے ساتھ یہ سی۔ ایس۔ پی افسر ہیں اور وزارت خارجہ میں اہم عہدہ پر فائز ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ چودھری ظفر اللہ خاں

پاکستان کا وزیر خارجہ ہے، لیکن اس کے منصب کا فائدہ مرزائیت کو پہنچ رہا ہے، وہ بیرونی دنیا میں پاکستان کی نمائندگی کے بجائے اپنی جماعت کی نمائندگی کا ذریعہ بنا ہوا ہے۔ اس نے بیرونی ملکوں میں قادیانی اُمّت کے لیے سیاسی و معاشی رابطے مہیا کیے ہیں، اگر مرزائی یہاں کامیاب ہو گئے تو بین الاقوامی ناطوں کی معرفت قادیانیت کو اندرون ملک تحفظ ملے گا''۔

شاہ جی ان باتوں سے کسی قدر آزردہ ہو گئے۔ کہنے لگے: ''کیا کروں؟ کہاں جاؤں؟ کس سے کہوں؟ اور کن سے لڑوں؟ بوڑھا ہو گیا ہوں۔ اب ہمت نہیں رہی''۔ کرنل صاحب بولے! شاہ جی پاکستان کو اس خطرہ سے آپ نکال سکتے ہیں آپ کی چند تقریریں موجودہ حکمرانوں کے کان کھول دیں گے اور انھیں معلوم ہو جائے گا کہ ملک فی الواقعہ کس قدر مہلکہ میں ہے۔ شاہ جی کچھ دیر گم سم رہے، یکا یک دو چار ہچکیاں آئیں اور چہرہ اشکبار ہو گیا، پھر اس سلسلے میں دو تین ماہ غور کرتے رہے اور جنوری ۱۹۴۹ء کو لاہور میں احرار کانفرنس منعقد کی۔ اس کے بعد کانفرنس کی مجلس عاملہ میں مرزائیت کے مسئلہ پر غور کیا گیا، آخر یہ طے پایا کہ مجلس احرار کو سیاست سے سبکدوش کر دیا جائے، اس کا مشن صرف تبلیغی اور اصلاحی سرگرمیوں تک محدود رہے اور یہی ایک طریق ہے، جس سے مرزائیت کا بھرپور احتساب ہو سکتا ہے۔ شاہ جی کا خیال تھا کہ احرار نے اپنا سیاسی وجود باقی رکھا تو مرزا بشیر الدین محمود کو وار کرنے میں آسانی ہوگی اور مسلم لیگ کی لیڈر شپ کسی حالت میں بھی احرار کے سیاسی وجود کو برداشت نہیں کرے گی، احرار کے اس فیصلے سے مرزا بشیر الدین محمود چوکنا ہو گیا، لیکن اس نے اپنی عیارانہ سرگرمیوں کو جاری رکھا اور اس امر کی مطلقاً پروانہ کی کہ عامۃ المسلمین اس سے آگاہ ہو چکے ہیں، میرزا بشیر الدین محمود، سر ظفر اللہ خاں کی معرفت عالمی سامراج سے اس امر کا یقین حاصل کر چکا تھا کہ مرزائیوں کے لیے پاکستان میں کوئی خطرہ نہیں اور پاکستان ان کے مستقبل کا نام ہے۔

احرار نے سیاسی حیثیت ختم کرنے کے بعد قادیانیت کے احتساب پر کمر باندھ لی اور جگہ جگہ کانفرنسیں شروع کیں۔ منیر انکوائری رپورٹ میں ان کی تفصیلات موجود ہیں۔ احرار نے مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا اپنے ہر جلسہ اور ہر کانفرنس میں مطالبہ کیا۔ چودھری ظفر اللہ خاں کو بھی اس کی پس پردہ سرگرمیوں پر آڑے ہاتھوں لیا، وزارت خارجہ سے اس کی سبکدوشی کا مطالبہ کیا جانے لگا۔ مرزا محمود نے احرار کے خلاف اپنے حربے استعمال کرنا شروع کیے۔ وہ اس خیال میں تھا کہ احرار مر چکے ہیں اور قادیانیت کی راہ میں کوئی مزاحم نہ ہوگا۔ لیکن احرار نے اس شدت سے احتساب کیا کہ مرزا محمود تھرا گیا۔ اس نے کئی واسطوں سے فائدہ اٹھانا چاہا، اکثر سرکاری مسلمان پہلے ہی اس کے ساتھ تھے اور سیاسی مسلمان قادیانیت کے متعلق علماء کے احتساب کو ملائیت گردان کر غیر جانبدار تھے۔ مرزا محمود نے سیاسی مسلمانوں کو ساتھ ملا کے رکھا۔ بعض کو ہاتھ میں لینا شروع کیا، کئی ایک خود فروش صحافی خرید کیے، جو احرار کے سیاسی ماضی پر پاکستان دشمنی کا الزام اچھالتے۔ ان کے خلاف کہانیاں وضع کرتے اور ان کی بعض تقریروں کو اپنے ڈھلے ہوئے فقروں سے داغدار کرتے، مرزا محمود کا شعار تھا کہ بعض افسروں کی نفسی کمزوریوں سے فائدہ اٹھاتا۔ اپنے مریدوں کی معرفت ان کے لیے ناؤ نوش اور لہو ولعب کی محفلیں رچاتا اور احرار کے متعلق ان کی ذہنی فضا کو مسموم کرتا، اس طرح کے افسر پہلے ہی انگریزی استبداد کی ذریت تھے، ان کا ذہن احرار کے متعلق وہی تھا، جو انگریز نے تیار کیا تھا، اس سلسلہ میں پنجاب سی آئی ڈی کا رویہ حد درجہ مذموم رہا، کیونکہ اس کے اعضاء و جوارح میں ایک آدھ کو چھوڑ کر تقریباً سبھی برطانوی استبداد کے

ذلہ خوار اور اب مرزا بشیر الدین کی مختلف الاصل تحریصات و ترغیبات کا شکار تھے، مرزا بدستور اس خیال میں تھا کہ عالمی سامراج ان کی مدد کرے گا اور وہ بلوچستان کو اپنی ریاست بنانے میں کامیاب ہو جائیں گے، انھوں نے اپنی سیاسی مہرہ بازی کے لیے ۱۹۴۸ء میں کوئٹہ جا کر بعض پتے لگانا شروع کیے، لیکن انھیں اندازہ و احساس ہی نہ تھا کہ بلوچستان کا مسلمان دین کے بارے میں کس قدر ذکی الحس ہے۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ ایک مرزائی میجر محمود کو جو کوئٹہ میں قادیانیت کے خلاف ایک جلسہ گاہ کا جائزہ لے رہا تھا، کئی ایک شرکاء نے پکڑ کر ہلاک کر دیا، اس سے حکومت پاکستان کے انٹیلی جنس بیورو کو بڑی سخت تکلیف ہوئی، اس نے احرار کے خلاف پنجاب سی آئی ڈی کو لکھا کہ احرار کی سرگرمیاں پاکستان کے لیے مضرت رساں ہیں۔

مسٹر ایم ایم احمد منٹگمری (ساہیوال) میں ڈپٹی کمشنر تھا، اس کی بدولت میرزائیوں کو حوصلہ ہوا کہ مختلف گاؤں میں جا کر تبلیغ کریں، اس سے مسلمانوں کا برافروختہ ہونا قدرتی امر تھا۔ نتیجتاً اوکاڑہ میں ایک مرزائی مدرس غلام محمد قتل ہو گیا، اسی مہینہ راولپنڈی میں بدر دین نام کے ایک قادیانی کو ولایت خاں نام کے ایک مسلمان نے گولی مار کر ہلاک کر دیا۔ مرزا بشیر الدین اندرون خانہ ہراساں ہوا، لیکن ربوہ میں بیٹھ کر کئی طرز کی سیاسی و مذہبی سازشوں میں مشغول رہا، اس کو یقین تھا کہ وہ اپنے مقاصد میں کامیاب ہو گا، کیونکہ ظفر اللہ خاں کی معرفت سامراجی طاقتوں کے سفارت خانے اس سے رابطے قائم کیے ہوئے تھے، ادھر مرزا محمود نے اپنے خطبات میں احرار رہنماؤں کے متعلق جارحانہ کلمات روز مرہ بنا رکھے تھے۔ وہ بعض مرزائی عناصر سے پخت و پز کر کے احرار رہنماؤں کو قتل کروانا چاہتا تھا، لیکن اسے کوئی ایسا معتمد نہیں مل رہا تھا، جو یہ کام کر سکے، وہ مسلمانوں کے ردعمل سے بھی ڈرتا تھا، لیکن اس نے احرار کے اینٹی لیگ ماضی میں پناہ لے رکھی تھی اور اسی برتے پر اشتعال انگیز تقریریں کر رہا تھا۔ اس نے ۱۵؍جنوری ۱۹۵۲ء کو (مطبوعہ الفضل) اعلان کیا کہ علمائے ذیل سے خون کا بدلہ لیا جائے گا۔

(۱) سید عطاء اللہ شاہ بخاری (۲) ملا عبدالحامد بدایونی (۳) ملا احتشام الحق تھانوی
(۴) ملا مفتی محمد شفیع (۵) ملا مودودی

ان علماء کا جرم یہ تھا کہ انھوں نے احرار کی دعوت پر مرزائیت کے عزائم کا عمیق مطالعہ کیا اور قادیانیت سے متعلق مشترک لائحہ عمل میں ہم آواز ہو گئے۔

سید عطاء اللہ شاہ بخاری مرزائی سیاست کے اتار چڑھاؤ کا عمیق مطالعہ کر رہے تھے۔ انھوں نے رفقاء کو ہدایت کی کہ ہر مکتبہ خیال کے علماء سے مل کر انھیں قادیانی اُمت کے عزائم سے آگاہ کریں۔ پھر اس خطرے کا مقابلہ کرنے کے لیے جو رائے سب کی ہو، اس کے مطابق عمل کیا جائے۔ اس غرض سے شاہ جی نے ۱۳ جولائی ۱۹۵۲ء ہی کو لاہور میں آل مسلم پارٹیز کانفرنس منعقد کی، جس میں صوبہ بھر کے علماء و مشائخ نے شرکت کی۔ اس غرض سے جو دعوت نامہ جاری کیا گیا۔ اس پر مولانا غلام محمد ترنم، مفتی محمد حسن، مولانا احمد علی، مولانا محمد علی جالندھری، مولانا سید محمد داؤد غزنوی، مولانا سید نور الحسن بخاری اور سید مظفر علی شمسی کے دستخط تھے۔ اس کانفرنس میں سیدنا مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند ارجمند حضرت سید غلام محی الدین شاہ تشریف لائے۔ اس کانفرنس میں مرزائیوں کو اقلیت قرار دیے جانے، سر ظفر اللہ کو وزارت خارجہ سے ہٹائے جانے اور قادیانی افسروں کو کلیدی آسامیوں سے الگ کیے جانے کا

مطالبہ کیا گیا، ادھر کراچی میں ۱۳ جولائی ہی کو اس امر کا فیصلہ کیا گیا کہ مسئلہ قادیانیت پر آخری غور وخوض کرنے کے لیے ۱۶، ۱۷، ۱۸ جنوری ۱۹۵۳ء کو کراچی میں تمام مکاتب فکر کی کنونشن منعقد کی جائے، اس ابتدائی اجتماع میں شرکت کے لیے مولانا ابوالحسنات قادری، شیخ حسام الدین، ماسٹر تاج الدین انصاری اور مولانا مرتضیٰ احمد میکش لاہور سے کراچی گئے اور کنونشن کی تیاریوں کے لیے اپنی خدمات پیش کیں۔ یہ کوئی معمولی چیز نہ تھی، بلکہ مرزائیت کے شدید احتساب کی طرف ایک فیصلہ کن اقدام تھا، چونکہ یہ سب کچھ احرار رہنماؤں کی مساعی سے ہو رہا تھا۔ لہٰذا مرزا بشیر الدین محمود احرار کے خلاف محاذ قائم کیے ہوئے تھا اور اس کی ملی بھگت سے احرار کے خلاف مقدمات قائم کیے جا رہے تھے۔ چنانچہ شیخ حسام الدین اور ماسٹر تاج الدین انصاری گرفتار کر لیے گئے اس افسر شاہی کا خمیازہ ۱۸ جولائی ۱۹۵۲ء کو اہل ملتان نے بھگتا کہ تھانہ کُپ کے باہر پولیس نے احتجاجی جلوس پر فائرنگ کی، جس سے تین آدمی شہید اور تیرہ زخمی ہو گئے۔ ان زخمیوں میں سے بھی تین ہسپتال میں دم توڑ گئے۔ لاہور ہائی کورٹ کے ایک جج کو انکوائری پر مامور کیا گیا، اس نے پولیس فائرنگ کی حمایت کی، لیکن ان شہیدوں کا خون رنگ لایا، تمام صوبے میں مرزائیوں کے خلاف غم وغصہ کی لہر دوڑ گئی۔ حتیٰ کہ پنجاب مسلم لیگ کی مجلس عاملہ نے بھی مرزائیوں کو اقلیت قرار دینے کا ریزولیوشن پاس کیا، اس سلسلے میں عوام کے جذبات کا یہ حال تھا کہ منیر انکوائری رپورٹ کے مطابق ۶ مارچ ۱۹۵۳ء سے پہلے صوبہ بھر میں ۳۹۰ جلسے منعقد ہوئے تھے، جن میں سے ۱۶۷ کا اہتمام مجلس احرار کی مختلف شاخوں نے کیا اور ان محولہ بالا مطالبات کی تائید کی گئی۔

(۱) اس کانفرنس میں خواجہ ناظم الدین وزیر اعظم پاکستان کے رویہ کو منفی قرار دے کر راست اقدام کا فیصلہ کیا گیا۔

(۲) قادیانی فرقے کے کامل مقاطعہ کی تجویز پاس کی گئی۔

(۳) چونکہ خواجہ ناظم الدین سر ظفر اللہ خاں کو برطرف کرنے پر راضی نہ تھے، اس لیے ان سے استعفیٰ کا مطالبہ کیا گیا۔

(۴) کئی ایک مقتدر مسلمانوں اور مختلف مذہبی جماعتوں کے نمائندوں کی ایک جنرل کونسل بنائی گئی، اس میں سے پندرہ ممبروں کو مجلس عمل کا رکن قرار دیا گیا۔ پہلے آٹھ اور پھر سات ممبر منتخب کیے گئے جو حسب ذیل تھے۔

(۱) سید عطاء اللہ شاہ بخاری
(۲) مولانا ابوالحسنات قادری
(۳) سید ابوالاعلیٰ مودودی
(۴) مولانا عبدالحامد بدایونی
(۵) حافظ کفایت حسین
(۶) پیر صاحب سرسینہ شریف، مشرقی پاکستان
(۷) مولانا محمد یوسف کلکتوی
(۸) مولانا احتشام الحق تھانوی
(۹) پیر غلام مجدد سرہندی
(۱۰) مولانا نور الحسن
(۱۱) ماسٹر تاج الدین انصاری
(۱۲) مولانا اختر علی خاں
(۱۳) مولانا محمد اسماعیل، گوجرانوالہ
(۱۴) سید مظفر علی شمسی
(۱۵) حاجی محمد امین سرحدی

خواجہ ناظم الدین سے ملاقات کے لیے پیر صاحب سرسینہ شریف، مولانا عبدالحامد بدایونی اور ماسٹر تاج الدین انصاری

پر مشتمل ایک وفد مرتب کیا گیا، اس کی خواجہ صاحب سے ۲۱ جنوری ۱۹۵۳ء کو ملاقات ہوئی۔ انھوں نے مطالبات پر ہمدردی کا اظہار کیا، لیکن فرمایا کہ ''وہ ان مطالبات کو تسلیم کرنے سے قاصر ہیں''۔ خواجہ صاحب ۱۶ فروری ۱۹۵۳ء کو لاہور آئے تو مولانا اختر علی خاں، مولانا ابوالحسنات قادری، سید مظفر علی شمسی اور ماسٹر تاج الدین انصاری پر مشتمل ایک دوسرے وفد نے ان سے ملاقات کی، لیکن خواجہ صاحب نے وہی عذر کیا کہ ''بعض مشکلات کے پیش نظر وہ ان مطالبات کو تسلیم کرنے کی پوزیشن میں نہیں''۔ ادھر کراچی میں علماء کا ایک وفد جس میں علامہ سید سلیمان ندوی، مولانا احتشام الحق تھانوی، مولانا مفتی محمد شفیع، مولانا عبدالحامد بدایونی اور مولانا اختر علی خاں شامل تھے، خواجہ صاحب سے ملا۔ اس وفد کو بھی خواجہ صاحب نے وہی جواب دیا۔ اس سے اگلے روز ماسٹر تاج الدین انصاری، مولانا ابوالحسنات اور سید مظفر علی شمسی نے سردار عبدالرب نشتر کی موجودگی میں خواجہ صاحب سے ملاقات کی اور اتمام حجت کیا کہ ایک مہینہ گزر چکا ہے، لیکن خواجہ صاحب اپنے جواب پر قائم رہے، فرمایا کہ ''مرزائیوں کو چھیڑنے سے امریکہ ہمیں گندم نہیں دے گا اور نہ ہی مسئلہ کشمیر کے حل میں ہماری مدد کرے گا''۔ جب خواجہ کے دوٹوک جواب سے مجلس عمل کے راہ نما مایوس ہو گئے تو ۲۶ فروری ۱۹۵۳ء کو اس پر غور وخوض کرنے کے لیے کراچی میں اجلاس بلایا گیا۔

اس اجلاس میں سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، ماسٹر تاج الدین انصاری (مجلس احرار اسلام)، صاحبزادہ فیض الحسن، سید نورالحسن بخاری، مولانا سلطان احمد (امیر جماعت اسلامی، سندھ)، مولانا عبدالحامد بدایونی، مولانا احتشام الحق تھانوی، مولانا محمد یوسف کلکتوی اور سید مظفر علی شمسی شریک ہوئے۔ مولانا ابوالحسنات نے صدارت کی اور فیصلہ کیا کہ راست اقدام کی شکل کیا؟ پانچ رضا کار مطالبات کے جھنڈے اٹھا کر وزیراعظم کی کوٹھی پر جائیں اور پُرامن رہ کر لگاتار مظاہرہ کریں، اسی قسم کا مظاہرہ گورنر جنرل کی کوٹھی پر جاری رہے۔ مولانا ابوالحسنات کو پہلا ڈکٹیٹر مقرر کیا گیا اور عوام سے اپیل کی گئی کہ وہ رضا کاروں کے ساتھ مطلقاً نہ جائیں، حکومت نے ۲۶، ۲۷ فروری کی درمیانی رات کو سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور ان کے رفقاء کو گرفتار کر لیا، جن میں ماسٹر تاج الدین انصاری، سید مظفر علی شمسی، مولانا لال حسین اختر، مولانا ابوالحسنات قادری اور مولانا عبدالحامد بدایونی وغیرہم بھی تھے۔ اس سے اگلے روز پنجاب میں احرار کے تمام متعلقین پکڑ کر جیلوں میں ڈال دیے گئے۔ جس سے صوبہ بھر میں برہمی کی ایک لہر دوڑ گئی، اسی سلسلہ میں لاہور، گوجرانوالہ، سیالکوٹ اور لائل پور (فیصل آباد) میں پکڑ دھکڑ کا طوفان آ گیا، یہی فضا راولپنڈی اور منٹگمری (ساہیوال) میں پیدا ہوئی۔ ہر جگہ حکومت سے ٹکراؤ ہونے لگا۔

مختصر یہ کہ پنجاب پولیس کے اوسان خطا ہو گئے، کئی شہروں میں ڈپٹی کمشنروں کو ان کے تشدد کے باعث عوام نے گدھوں پر سوار کرایا اور پھرایا۔ سیالکوٹ میں ممتاز مسلم لیگی رہنما خواجہ صفدر کے ساتھ یہی سلوک ہوا۔ جب صوبائی نظم ونسق بالکل معطل ہو گیا تو مرکزی حکومت کے رنگا رنگ وزیر اور اعلیٰ حکام لاہور آ گئے۔ ملک غلام محمد گورنر جنرل کا دماغ بے ٹھکانہ ہو گیا۔ اس زمانے میں اسکندر مرزا ڈیفنس سیکرٹری تھے۔ ان سب کی ملی بھگت سے ۲۶ مارچ ۱۹۵۳ء کو لاہور میں مارشل لاء نافذ کر دیا گیا۔ (جنرل اعظم خان جیسا سفاک اور ظالم مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر تھا)۔ سارا شہر فوج کے انتظام میں آ گیا، غرض قادیانیت کے خلاف ی سب سے بڑی تحریک تھی جو پاکستان میں چلی اور حکومت نے اپنے بہیمانہ تشدد کا پورا پورا مظاہرہ کیا۔ (جاری ہے)

اخبار الاحرار

لاہور(5اگست)مجلس احراراسلام کے بانی، بطل حریت، مجاہد ختم نبوت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی دینی وملی خدمات کوخراج عقیدت پیش کرنے کے لیے گزشتہ روز ایوان احرار نیومسلم ٹاؤن لاہور میں ایک سیمینار ہوا جس سے مختلف مکاتب فکر کے علماء کرام نے خطاب کیا۔ پاکستان شریعت کونسل کے سیکرٹری جنرل مولانا زاہدالراشدی نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ قادیانیت دنیا کا بدترین فتنہ ہے اس فتنہ کو بے نقاب کرنا اور انگریز سامراج کے خلاف علم بغاوت بلند کرنا سید عطاءاللہ شاہ بخاری کا عظیم کارنامہ تھا یہ ہماری سعادت ہے کہ ہم ختم نبوت کے مشن کے ساتھ منسلک ہیں، ختم نبوت کی دعوت کو دنیا کے کونے کونے تک پہنچایا جائے گا اور فتنہ قادیانیت کا تعاقب پوری قوت کے ساتھ کرتے رہیں گے ہم اپنے اسلاف کے نقشہ قدم پر چلتے ہوئے عدم تشدد کی پالیسی کو اپناتے ہوئے ہر چیلنج کا مقابلہ کریں گے۔ انہوں نے کہا کہ آنے والا دور انتہائی خطرناک دور ہے جس سے نمٹنے کے لیے مشترکہ جدوجہد کرنی ہوگی، ختم نبوت کا مسئلہ قومی مسئلہ ہے یہ تمام فرقوں اور پارٹیوں کا مسئلہ ہے اس پر کسی قسم کا کمپرومائز نہیں کیا جاسکتا۔ انہوں نے کہا کہ قادیانی صدر ٹرمپ سے شکایت کرتے ہیں کہ پاکستان میں ہم کو مسلمان نہیں سمجھا جاتا ہے میں قادیانیوں کو بتادینا چاہتا ہوں کہ ٹرمپ کون ہوتا ہے جو ہمارے ملکی معاملات میں دخل اندازی کرے ٹرمپ تم کو مسلمان قرار نہیں دلواسکتا ہمارے ملک کی پارلیمنٹ نے متفقہ طور پر قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا تھا پورے عالم اسلام کی کوئی اتھارٹی بھی قادیانیوں کو مسلمان تسلیم نہیں کرتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ یورپین ممالک میں کوئی بھی ریفرنڈم ہوتو اسے پوری دنیا تسلیم کرتی ہے لیکن پاکستان کی پارلیمنٹ کے متفقہ طور پر منظور کردہ اس فیصلے کو دنیا میں کیوں چیلنج کرنے کی باتیں ہورہی ہیں، انہوں نے کہا کہ 1974ء کی طرح آج بھی تمام شعبوں سے تعلق رکھنے والے افراد کو متحرک ہونا ہوگا کیونکہ یہ ختم نبوت کا مسئلہ کسی ایک فرد یا مولوی کا نہیں بلکہ یہ ایک قومی مسئلہ ہے، سید عطاء اللہ شاہ بخاری کو خراج عقیدت پیش کرنے کا بہترین ذریعہ ان کے مشن کے ساتھ منسلک ہوکر اس کا دفاع کرنا ہے۔ مجلس احرار اسلام پاکستان کے نائب صدر سید محمد کفیل بخاری نے کہا کہ عقیدہ ختم نبوت مسلمانوں کا بنیادی عقیدہ ہے اس عقیدے کے بغیر عقیدہ توحید بھی نامکمل ہے تمام شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے مسلمان عقیدہ ختم نبوت پر یقین رکھتے ہیں اور اس پر کبھی بھی قوم نے کمپرومائز نہیں کیا، عقیدہ ختم نبوت پر کوئی دوسری رائے نہیں ہے یہ ہمارا ایمان ہے، عقیدہ ختم نبوت کا تحفظ اور تحفظ ناموس رسالت ہم سب کا مذہبی فریضہ ہے اور یہ قومی مسئلہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ دنیا میں اس عقیدے کیخلاف جو کچھ ہورہا ہے یہ ایک عالمی استعماری سازش ہے قادیانی طبقے کو کس نے پرموٹ کیا یہ کسی سے ڈھکی چھپی بات نہیں ہے انگریز کا یہ خود کاشتہ ہے اور وہ اس کی پشت پناہی اور پرورش کررہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ 1953ء کے دس ہزار شہداء کے خون کے صدقے 1974ء کی پارلیمنٹ نے ملک کے آئین میں ان کو غیر مسلم اقلیت میں شامل کرادیا اب یہ پوری دنیا میں واویلا کررہے ہیں کہ ہمارے ساتھ ظلم ہورہا ہے ایسا کرنا ان کا وطیرہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ مرزا مسرور نے آئین کو تبدیل کروانے کی بات کی ہے عالمی سطح پر جو پراپیگنڈہ کیا جارہا ہے ہماری مذہبی وقومی قیادت کو اس سے باخبر رہنے کی ضرورت ہے قادیانی اپنے آقاؤں سے بہت سی امیدیں لگائے بیٹھے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہم کو تصادم کی کیفیت سے اپنے آپ کو بچاتے ہوئے مثبت انداز میں آگے بڑھتے ہوئے تبلیغ کے کام کو جاری رکھنا ہوگا۔ انہوں نے کہا کہ اپنے عقیدے کی حفاظت مسلمانوں کی سب سے

بڑی ذمہ داری ہے ہمیں باخبر رہتے ہوئے مرزائیت کے فتنے سے اپنے ایمان کو بچاتے ہوئے اپنی تبلیغ کو جاری رکھنا ہوگا کسی کو گالی نہیں دینی اور نہ ہی کسی پر ہاتھ اٹھانا ہے بلکہ حکمت وبصیرت کے ساتھ ان کو دعوت دینی ہے۔انہوں نے کہا کہ نبوت اپنے کمال پر پہنچ کر اب ختم ہوگئی ہے اب کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا اور اب پوری دنیا تک اس دعوت کو پہنچانا ہم اور آپ کا کام ہے ۔اللہ کے فضل وکرم سے علماء کی محنت کا نتیجہ ہے کہ قادیانیت اب پھیل نہیں رہی اس کو بریک لگ گئی ہے۔انہوں نے کہا کہ امیر شریعت کے مشن کو ہم اپنے خون کے آخری قطرے تک جاری رکھیں گے عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ میں ہماری جانیں لگ جائیں تو یہ ہماری خوش نصیبی ہوگی،امیر شریعت نے پوری زندگی فرنگی سامراج اور فتنہ قادیانیت کی سرکوبی کے لیے وقف کر رکھی تھی انہوں نے ساری زندگی جیل اور ریل میں گزاری دی لیکن اپنے مشن سے ایک انچ بھی پیچھے نہیں ہٹے ان کی قومی وملی ،دینی وسماجی خدمات کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔پروفیسر حافظ سعید عاطف نے کہا کہ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے بڑی جرأت وبہادری کے ساتھ طاغوت کو للکارا اور حق وصداقت اور ہدایت وحریت کا علم بلند رکھا،سید عطاء اللہ شاہ بخاری انقلابی طبیعت کے مالک،دینی خطابت اور مقرر شعلہ بیان تھے وہ پورے ایشیاء میں سرکار فرنگی اور ذریت فرنگی کی بقاء کے لیے سب سے بڑا چیلنج تھے۔انہوں نے دنیا پر واضح کر دیا کہ قادیانیت انگریز کا خود کاشتہ اور استعمار کا ایجنٹ ہے۔کانفرنس کی قراردادوں میں کشمیر میں بھارتی ظلم وسفاکیت اور دنیا کی مجرمانہ خاموشی کی شدید الفاظ میں مذمت کی گئی اور کہا گیا کہ ضرورت پڑنے پر اپنی مسلح افواج کے شانہ بشانہ دشمن سے لڑیں گے ایک دوسری قرارداد میں اسلام آباد بار ایسوسی ایشن کی جانب سے قادیانیوں کی ممبر شپ کے لیے عقیدہ ختم نبوت والے حلف نامے کو لازمی قرار دینے کا خیر مقدم کیا گیا۔ایک قرارداد میں کہا گیا کہ چناب نگر سمیت ملک بھر میں امتناع قادیانیت ایکٹ پر مؤثر عمل درآمد کرایا جائے اور چناب نگر (ربوہ) کے مکینوں کو مالکانہ حقوق دیئے جائیں تا کہ وہ قادیانی جماعت کے چنگل سے نکل سکیں،ایک قرارداد میں یہ مطالبہ بھی کیا گیا کہ فوج اور سول کے اہم عہدوں سے قادیانیوں کو ہٹایا جائے ،ایک قرارداد میں مطالبہ کیا گیا کہ ہر سطح کے نصاب تعلیم میں عقیدہ ختم کو شامل کیا جائے۔

ملتان (6اگست) مجلس احرار اسلام ملتان کے امیر مولانا محمد اکمل،مولانا سید عطاء المنان بخاری،مولانا عبدالقیوم،قاری عبدالناصر صدیقی،سعید احمد انصاری،عدنان ملک،عثمان یوسف،عدنان معاویہ اور فرحان حقانی نے اپنے مشترکہ بیان میں کہا ہے کہ مقبوضہ کشمیر میں بھارتی فوج کی جانب سے بے گناہ کشمیریوں کا قتل عام نا قابل برداشت عمل ہے۔ بھارت "عالمی دہشت گرد" ہے، بھارتی فوج کے مظالم پر انسانیت شرما گئی لیکن انسانی حقوق کے دعویدار ممالک اور تنظیمیں مکمل خاموش ہیں،انسانی حقوق کی دعویدار تنظیمیں صرف عالم کفر کی ترجمان بن چکی ہیں۔احرار رہنماؤں نے بھارت کے طرف سے مظلوم کشمیری مسلمانوں پر ظلم وستم کی شدید الفاظ میں مذمت کرتے ہوئے کہا کہ ایک طرف ٹرمپ ثالثی کے کردار کیلئے پیشکش کر رہا ہے جبکہ دوسری جانب "دہشت گرد" بھارت کی طرف سے مظلوم کشمیریوں کا قتل عام انسانیت کا قتل عام کرنے کے مترادف ہے۔انہوں نے کہا کہ ٹرمپ ثالثی کے نام پر کشمیری مسلمانوں کا قتل عام کروانا چاہتا ہے۔انہوں نے کہا کہ پاکستان کا بچہ بچہ وطن عزیز کے چپے چپے کے دفاع کیلئے کسی قسم کی قربانی دینے سے دریغ نہیں کرے گا،انہوں نے کہا کہ پوری قوم پاک فوج کے شانہ بشانہ کھڑی ہے اور مضبوطی اور بہادری کے ساتھ پاک فوج کے ساتھ کھڑی رہے گی۔ پاک فوج "عالمی دہشت گرد" بھارت کو منہ توڑ جواب دے،انہوں نے کہا کہ مسلم ممالک۔ایک پلیٹ فارم پر متحد اور اکٹھے

ہو کر مظلوم کشمیریوں پر ہونے والے مظالم کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں، انہوں نے کہا کہ وطن عزیز پاکستان کی بقاء وسلامتی اور دفاع کیلئے پاکستانی قوم ایک پیج پر ہے، انہوں نے مزید کہا کہ مجلس احرار اسلام اسلام بھارت کی جانب سے مقبوضہ کشمیر میں مظلوم کشمیریوں پر بمباری کی شدید الفاظ میں مذمت کرتی ہے اور سخت تشویش کا اظہار کرتے ھوئے اقوام متحدہ سے مطالبہ کرتی ہے کہ مقبوضہ کشمیر میں بھارتی فوج کے جانب سے ظلم و بربریت کا فوری اور سختی سے نوٹس لے، مسئلہ کشمیر کے حل کے لیے ہنگامی طور پر اقدامات کرے۔

لاہور (6 اگست) مجلس احرار اسلام پاکستان کے سیکرٹری جنرل عبداللطیف خالد چیمہ نے کہا ہے کہ تقسیم ہندوستان کے وقت گورداس پور کو پاکستان میں شامل نہ ہونے دینے میں قادیانی سازش نے کام کیا اور باؤنڈری کمیشن نے عمل درآمد کروایا جس کی وجہ سے بھی مسئلہ کشمیر نے سنگین صورتحال پیدا کی۔ اب بھی استعماری قوتیں اپنا جبر واستبداد مسلط کر رہی ہیں لیکن شہداء کشمیر کا مقدس خون آزادی کی جنگ جیت کر رہے گا۔ اسلام آباد میں جمعیت علماء اسلام (س) کی تحفظ ختم نبوت اے پی سی میں شرکت کے بعد اپنے بیان میں انہوں نے کہا کہ صدر ٹرمپ کے مشیر ساجد تارڑ کا بیان کہ ''امریکہ میں قادیانیوں کا عمل دخل نہیں ہے'' نا صرف خلاف حقیقت ہے بلکہ قادیانی فتنے کو پرموٹ کرنے کے مترادف ہے۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان عقیدہ ختم نبوت اور کشمیر کاز کے حوالے سے دنیا بھر میں سفارت کاری کرنے میں ناکام رہا ہے جس کی وجہ سے ہماری نظریاتی وجغرافیائی سرحدیں غیر محفوظ ہوتی چلی جارہی ہیں۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ آئین وقانون کی بالادستی قائم کی جائے اور قادیانیوں کو ان کی متعینہ حیثیت اور دائرے کا پابند بنایا جائے۔ انہوں نے بتایا کہ ستمبر کا پورا مہینہ ملک بھر میں ختم نبوت کانفرنسز ہوں گی جبکہ 7 ستمبر کو دنیا بھر میں ''یوم ختم نبوت'' منایا جائیگا۔

گجرات (7 اگست) مجلس احرار اسلام پاکستان کے نائب امیر سید محمد کفیل بخاری نے کہا ہے کہ عقیدہ ختم نبوت پوری امت مسلمہ کا متفقہ اور اجماعی عقیدہ ہے جس پر کوئی مسلمان مفاہمت نہیں کر سکتا۔ انہوں نے کہا کہ چودہ سو چالیس سال سے دنیاء کفر مسلمانوں سے یہ عقیدہ چھیننے کی کوشش کر رہی ہے لیکن ہمیشہ ذلت ورسوائی اور شکست سے دوچار ہوئی۔ مرکز احرار گجرات میں امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی یاد میں منعقدہ سیمینار سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ وزیراعظم عمران خان قادیانی لابی کے دھوکے سے بچیں۔ حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم سے بے وفائی کرنے والے قادیانی ملک اور حکومت کے وفادار نہیں ہو سکتے۔ انہوں نے کہا کہ وزیراعظم عمران خان اپنے حلف ختم نبوت کی پاسداری کا مظاہرہ کریں، تحفظ ختم نبوت بارے آئینی فیصلوں کے تحفظ کا اعلان کریں۔ سید کفیل بخاری نے کہا کہ امریکی صدر کے سامنے اپنی امن پسندی کا واویلا کرنے والے قادیانی روز اول سے ہی تشدد پسند ہیں۔ انہوں نے کہا کہ قادیانیوں نے اپنی جنم بھومی قادیان میں مسلمانوں کو قتل کیا اور بے شمار کو تشدد کے ذریعے زخمی کیا۔ جو لوگ قادیانیت چھوڑ کر مسلمان ہوئے ان پر تشدد کیا اور ان کی املاک کو جلایا۔ حاجی محمد حسین شہید اور مولانا عبدالکریم مباہلہ اس کی واضح مثال ہیں۔ انہوں نے کہا کہ سر ظفر اللہ خان قادیانی نے بانی پاکستان محمد علی جناحؒ کی نماز جنازہ پڑھنے سے انکار کر کے پاکستان سے غداری کا مظاہرہ کیا۔ انہوں نے کہا کہ 1974 میں ربوہ ریلوے اسٹیشن پر مسلمان طلباء پر تشدد کر کے پورے ملک میں اشتعال اور بدامنی پیدا کی گئی، جس کے نتیجے میں تحریک چلی اور پاکستان کی پارلیمنٹ نے متفقہ طور پر قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا۔ انہوں نے کہا کہ مجلس احرار اسلام نے قومی و صوبائی اسمبلیوں کے ارکان سے رابطہ وملاقات کر کے انہیں ختم نبوت اور قادیانیوں سے متعلق آگاہی کا سلسلہ شروع کر دیا ہے۔ قادیانی بین الاقوامی دباو کے ذریعے ختم نبوت سے متعلق قوانین کو ختم کرنے کی سازشیں کر رہے ہیں۔ قوم ایسی کسی سازش کو کامیاب نہیں ہونے

دے گی۔انہوں نے کہا کہ حکومت ختم نبوت اور دیگر اسلامی قوانین کو چھیڑنے سے باز رہے۔سید کفیل بخاری نے کہا کہ چاہیے تو یہ کہ دیگر تمام پاکستانی شہریوں کی طرح قادیانی بھی ملک کے آئین کو تسلیم کریں لیکن وہ اس کے برعکس نا صرف آئین کو تسلیم ہی نہیں کرتے بلکہ آئین کو تبدیل کرنے کی دھمکیاں دے رہے ہیں۔انہوں نے کہا کہ آئین قومی وحدت اور وفاق کی علامت ہے، کسی کو آئین تبدیل کرنے کا حق نہیں۔قوم ہر قربانی دے کر آئین کے خلاف ہر سازش کو ناکام بنا دے گی۔انہوں نے کہا کہ امید ہے کہ حکمران آئین اور قانون کی پاسداری کریں گے۔سیمینار سے مجلس احرار اسلام پنجاب کے سیکرٹری مولانا تنویر الحسن احرار، شعبہ دعوت وارشاد کے ناظم ڈاکٹر محمد آصف، ضلع گجرات کے امیر حافظ ضیاء اللہ ہاشمی اور دیگر نے بھی خطاب کیا۔مقررین نے کہا کہ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے تحریک آزادی اور تحریک ختم نبوت میں عظیم الشان خدمات سرانجام دیں، ان کے کارناموں کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔انہوں نے کہا کہ مجلس احرار اسلام پیغام ختم نبوت کو گھر گھر پہنچائے گی اور اپنی پرامن وآئینی جدوجہد جاری رکھے گی۔اس موقع پر احرار میڈیا گجرات کے حافظ وسیم اللہ اور حافظ محمد سفیان نے پروگرام کی مکمل کوریج کی اور سوشل میڈیا پر لائیو دکھایا گیا۔

لاہور (8 اگست) مجلس احرار اسلام پاکستان کے نائب امیر سید محمد کفیل بخاری نے کہا ہے کہ مقبوضہ کشمیر کے نہتے مسلمانوں پر ظلم وستم ڈھانے والے آخر کار ناکام ونامراد ہوں گے اور آزادی کی شمع پوری روشنی کے ساتھ جگمگائے گی۔لاہور سے ملتان جاتے ہوئے چیچہ وطنی کے احرار زونل آفس میں احرار کے سیکرٹری جنرل عبداللطیف خالد چیمہ سے ملاقات اور ضروری مشاورت کے بعد انہوں نے کہا کہ تقریباً نوے سال سے قادیانی فتنہ مسئلہ کشمیر کیخلاف سازشیں کر رہا ہے اب بھی امریکہ ،انڈیا اور اسرائیل قادیانیوں کو مہرے کے طور پر استعمال کر رہے ہیں۔اس موقع پر عبداللطیف خالد چیمہ نے کہا ہے کہ کشمیر کو اب مکمل مقبوضہ کشمیر بنانے کے لیے انڈیا نے جو کچھ کیا ہے یہ سب سابقہ اور موجودہ حکمرانوں کا کیا دھرا ہے۔انہوں نے کہا کہ استعماری قوتیں اور انسانی حقوق کی عالمی تنظیمیں ظلم وسیاہی کی طویل رات کو لمبی کرنے کے لیے لگے ہوئے ہیں جبکہ ہمارے حکمران اور اپوزیشن اس اہم موڑ پر ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کے لیے لگے ہوئے ہیں۔انہوں نے کہا کہ کشمیریوں کا خون ضرور رنگ لا کر رہے گا اور امریکہ، اسرائیل اور انڈیا گٹھ جوڑ بری طرح ناکام ہوگا۔اس موقع پر دونوں رہنماؤں نے اعلان کیا کہ 9 اگست جمعۃ المبارک کو پورے ملک میں یوم یکجہتی کشمیر منایا جائیگا، اور یوم آزادی کو بھی اس مرتبہ یوم یکجہتی کشمیر سے منسوب کیا جائیگا۔

لاہور (14 اگست) مجلس احرار اسلام نے بھارتی جشن آزادی کو یوم سیاہ کے طور پر منایا، مرکزی دفتر میں پرچم کشائی کی پروقار تقریب ہوئی جس میں احرار کارکنوں اور اہل علاقہ کی بڑی تعداد نے شرکت کی۔مجلس احرار اسلام لاہور کے صدر حاجی محمد لطیف نے پرچم لہرایا، اس موقع پر قومی ترانہ پڑھا گیا۔تقریب سے خطاب کرتے ہوئے حاجی محمد لطیف نے کہ پاکستان ہمارے لیے مسجد کی مانند ہے۔قیام پاکستان کے بعد بھارتی جارحیت کے خلاف سب سے پہلی رضا کار تحریک مجلس احرار نے شروع کی، قیام پاکستان کے بعد دفاع پاکستان کے ہر موقع پر احرار پیش پیش دکھائی دیتی ہے، کشمیر کے حوالہ سے احرار واحد جماعت ہے جس نے 1931 میں جہاد کشمیر کا آغاز کیا اور قربانیاں دیں، آج بھی مجلس احرار اسلام دفاع پاکستان اور کشمیر کے لئے ہر قربانی کے لئے تیار ہے۔ڈپٹی سکریٹری جنرل قاری محمد یوسف احرار نے اپنے خطاب میں کہا کہ دفاع پاکستان اور کشمیر احرار کا طرہ امتیاز ہے، احرار نے ایک طرف کشمیر پر غاصب قوتوں کیخلاف جہاد کا علم بلند کیا تو اس کے ساتھ ساتھ قادیانی سازشوں کا بھی توڑ کیا۔احرار آج بھی ان دونوں محاذوں پر ڈٹ کر کھڑی ہے۔انہوں نے کہا کہ آج بھارتی مسلمانوں اور خصوصاً کشمیریوں کی حالت زار ہمیں یہ بتانے کو کافی ہے کہ آزادی کی اہمیت کیا ہے۔انہوں نے کشمیر پر

بھارت کے ظالمانہ اقدامات کی شدید مذمت کی اور کہا کہ پاکستانی قوم کشمیریوں کے ساتھ ہے، اور ہم سمجھتے ہیں کہ کشمیر تقسیم ہند کا نامکمل ایجنڈا ہے۔ تقریب سے علامہ محمد ممتاز اعوان، قاری محمد قاسم بلوچ، رانا حبیب اللہ، رانا محمد اکمل شہزاد، قاری عبدالعزیز، ڈاکٹر ضیا الحق قمر، مفتی عمران طارق، حافظ عثمان طاہر، محمد معاویہ، محمد منیب قاسم اور مہر اظہر حسین وینس نے بھی شرکت وخطاب کیا۔ تقریب کے آخر میں پاکستان کی ترقی واستحکام اور کشمیر کی آزادی کے لیے خصوصی دعا کی گئی۔

لاہور (15 اگست) مجلس احرار اسلام پاکستان کے سیکرٹری جنرل عبداللطیف خالد چیمہ نے کہا ہے کہ انڈیا کو اپنا نام نہاد یوم آزادی مناتے ہوئے شرم آنی چاہیے کیونکہ اس نے کشمیری مسلمانوں کے بنیادی حقوق غصب کر رکھے ہیں اور بین الاقوامی اصولوں اور ضوابط کی نفی کر رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ یوم آزادی دراصل یوم سیاہ ہے اور پوری دنیا نے یوم سیاہ کی حمایت کر کے ثابت کر دیا ہے کہ کشمیر میں تاریک سناٹے والی طویل سیاہ رات آخر کار ختم ہو کر رہے گی۔ انہوں نے کہا کہ قادیانی گروہ 1930ء سے کشمیریوں کے خلاف سازشیں کر رہا ہے اور پاکستان بنتے وقت بھی ضلع گرداسپور کو پاکستان میں نہ آنے دینے کا سبب قادیانی بنے اور باؤنڈری کمیشن نے اس پر عمل درآمد کروایا۔ انہوں نے کہا کہ موجودہ حکمرانوں اور سیاستدانوں کو قادیانیوں سے ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے اور ہم خبردار کرتے ہیں کہ حکمران قادیانیوں کو پنپنے کے مواقع بند کر دیں قادیانی آستین کا ایسا سانپ ہیں جس نے اس کو پانی دیا اسی کو ڈسے گا۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ تحفظ ختم نبوت کے قوانین پر عمل درآمد نہیں ہو رہا اور قانون توہین رسالت کے مجرموں کو مسلسل نوازا جا رہا ہے۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ امتناع قادیانیت ایکٹ پر عمل درآمد کروایا جائے۔

لاہور (15 اگست) مجلس احرار اسلام کے رہنماؤں میاں محمد اویس، قاری محمد یوسف احرار، حاجی محمد لطیف، قاری محمد قاسم بلوچ نے بھارت کے جشن آزادی پر کشمیریوں کی طرف سے دنیا بھر میں منائے جانے والے یوم سیاہ کے موقع پر اپنے بیان میں کہا ہے کہ دوسروں کا حق آزادی دبانے والا بھارت کس منہ سے جشن آزادی منا رہا ہے 72 سال سے کشمیر پر غاصبانہ قبضہ کر رکھا ہے اور کشمیر کی خصوصی حیثیت اس کے آئین اور پرچم کو ختم کر کے انسانیت کے حقوق پر بہت بڑا ڈاکہ ڈالا ہے دنیا بھر کے کشمیری بھارت سے آزادی کے لیے احتجاج کر رہے ہیں اور بھارت دوسروں کی آزادی کو دبا کر جشن آزادی منا رہا ہے جو انسانی حقوق اور مسلمہ بین الاقوامی اصولوں کے منہ پر ایک زوردار طمانچہ ہے مجلس احرار اسلام کے رہنماؤں نے کہا کہ جدوجہد آزادی کے لیے ہم مظلوم کشمیری عوام کے ساتھ کھڑے ہیں اور کشمیریوں کی آزادی کے لیے دی جانے والی قربانیوں کو سلام پیش کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ مجلس احرار اسلام نے 1931ء کو سب سے پہلے تحریک آزادی کشمیر چلائی اور امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے آزادی کشمیر کے حق میں بڑے بڑے عوامی جلسے کیے اور کشمیر میں حق خودارادیت کے لیے رائے عامہ کو بیدار و ہموار کرنے کے لیے بھرپور عوامی جدوجہد کی۔ انہوں نے کہا کہ کشمیری آج بھی ہرگز اکیلے نہیں بلکہ پاکستان سمیت پورا عالم اسلام ان کے حق خودارادیت کی حمایت کر رہا ہے عالمی اداروں نے بھی کشمیر پر بھارتی غاصبانے قبضے کو ہرگز قبول نہیں کیا بلکہ بھارت کو اخلاقی طور پر پوری دنیا سے منہ کی کھانی پڑ رہی ہے بھارتی فوج کا نہتے کشمیریوں کا قتل عام، انسانی حقوق کے علمبرداروں کے لیے لمحہ فکریہ ہے۔

کراچی (16 اگست) مجلس احرار اسلام سندھ کے امیر مفتی عطاء الرحمٰن قریشی، شفیع الرحمٰن احرار اور دیگر رہنماؤں نے کوئٹہ کی مسجد میں ہونے والے خودکش بم دھماکے کی شدید الفاظ میں مذمت کرتے ہوئے کہا ہے کہ دہشت گرد پاکستان کی کشمیر میں ہونے والی ظلم و بربریت سے توجہ ہٹانے کے لیے ایسی بزدلانہ کارروائیاں کر رہے ہیں پاکستان کشمیر میں ہونے والے ظلم

کے خلاف ہر فورم پر آواز اٹھائے گا اور اپنے کشمیری بھائیوں کو کسی صورت بھی تنہا نہیں چھوڑے گا، دشمن اس قسم کی حرکتوں سے کشمیر میں بسنے والے نہتے معصوم لوگوں کے خون سے ہولی کھیلنا چاہتا ہے جو کسی حال میں دنیا برداشت نہیں کرے گی۔ انہوں نے کہا کہ کشمیر کاز پر حکومت اور اپوزیشن کو ایک پیج پر آنا چاہیے۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ امریکہ، انڈیا اور اسرائیل کے مہرے ''قادیانی گروہ'' اسلام اور وطن کیخلاف دن رات سازشوں میں مصروف ہے اور اندرون خانہ کشمیر کاز کو نقصان پہنچایا جارہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ تحفظ ختم نبوت جیسے قوانین پر عمل درآمد نہیں ہو رہا جس سے بعض مقامات پر کشیدگی بڑھ رہی ہے۔ انہوں نے کہا کہ امتناع قادیانیت ایکٹ پر عمل درآمد کروایا جائے اور قادیانی جماعت کو خلاف قانون قرار دیا جائے۔ انہوں نے کوئٹہ بم دھماکے میں شہید ہونے والوں کے درجات کی بلندی اور لواحقین کے لیے صبر جمیل کی دعا کی۔

لاہور (16 اگست) مجلس احرار اسلام پاکستان نے کہا ہے کہ کنٹرول لائن پر فائرنگ سے ہونے والی شہادتوں سے پوری دنیا میں مظلوم کشمیریوں کے حق میں رائے عامہ بیدار ہو رہی ہے اور یہ بیداری اور شہداء کا مقدس خون کشمیر کی آزادی کا سبب بنے گا۔ مجلس احرار اسلام پاکستان کے امیر مرکزیہ سید عطاء المہیمن بخاری، نائب امیر پروفیسر خالد شبیر احمد، سید محمد کفیل بخاری اور سیکرٹری جنرل عبداللطیف خالد چیمہ نے کہا ہے کہ 1931ء میں کشمیر پر ہونے والے جبر و تشدد سے لے کر اب تک ہونے والی شہادتیں دراصل استعماری قوتوں کی ظالمانہ کارروائیاں ہیں اور قیام ملک کے وقت قادیانیوں نے ضلع گرداسپور کو پاکستان کی بجائے انڈیا میں شامل کرا کر مسلم دشمنی کا حق ادا کر دیا تھا۔ سید عطاء المہیمن بخاری نے کہا کہ 72 سالوں میں پاکستانی حکمرانوں اور سیاستدانوں نے سفارت کاری کے محاذ پر وہ توجہ نہ دی جو دی جانی چاہیے تھی۔ انہوں نے کہا کہ بین الاقوامی سطح پر انسانی حقوق کی تنظیمیں کشمیر میں مسلمانوں کی نسل کشی دیکھ کر چپ سادھے ہوئے ہیں اور کشمیریوں کو گاجر مولی کی طرح کاٹا جا رہا ہے۔ علاوہ ازیں متحدہ تحریک ختم نبوت رابطہ کمیٹی پاکستان کے دفتر میں آمدہ اطلاعات کے مطابق گزشتہ روز ملک بھر میں خطبات جمعۃ المبارک کے دوران مختلف مکاتب فکر کے دینی رہنماؤں علماء کرام اور خطباء عظام نے کشمیر میں ہونے والے ظلم پر صدائے احتجاج بلند کی اور کشمیر کی آزادی کے لیے خصوصی دعائیں مانگی گئیں۔ ختم نبوت رابطہ کمیٹی پاکستان کے کنونیر عبداللطیف خالد چیمہ نے کہا ہے کہ صدر ٹرمپ سے کشمیر کے مسئلہ پر سودے بازی رفتہ رفتہ عیاں ہوتی جارہی ہے اور قوم کسی صورت یہ صورتحال قبول نہیں کرے گی۔ انہوں نے کہا کہ کشمیر کاز پر حکومت اور اپوزیشن کو ایک پیج پر آنا چاہیے۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ امریکہ، انڈیا اور اسرائیل کے مہرے ''قادیانی گروہ'' اسلام اور وطن کیخلاف دن رات سازشوں میں مصروف ہے اور اندرون خانہ کشمیر کاز کو نقصان پہنچایا جارہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ تحفظ ختم نبوت جیسے قوانین پر عمل درآمد نہیں ہو رہا جس سے بعض مقامات پر کشیدگی بڑھ رہی ہے۔ انہوں نے کہا کہ امتناع قادیانیت ایکٹ پر عمل درآمد کروایا جائے اور قادیانی جماعت کو خلاف قانون قرار دیا جائے۔ مزید برآں مجلس احباب چیچہ وطنی کا ہفتہ وار اجلاس دفتر احرار جامع مسجد میں انجمن حقوق شہریاں کے سرپرست اعلیٰ شیخ عبدالغنی کی صدارت میں منعقد ہوا جس میں نہتے کشمیریوں پر ہونے والے مظالم کی شدید الفاظ میں مذمت کی گئی اجلاس میں شہداء کشمیر کے علاوہ تمام مسلمانوں اور خصوصاً حضرت محمد طلحہ کاندھلوی کی مغفرت کے لیے قاضی بشیر احمد نے دعا کرائی۔

لاہور (19 اگست) شہید مظلوم، شہید مدینہ، امیر المومنین سیدنا عثمان غنیؓ کے یوم وفات کے موقع پر آج ملک بھر میں یوم شہادت عثمان منایا جائیگا اور مختلف مکاتب فکر کے مذہبی رہنما، علماء کرام اور دانشور حضرت عثمان غنیؓ کی حیات و خدمات پر روشنی ڈالیں گے۔ مجلس احرار اسلام پاکستان کے امیر مرکزیہ سید عطاء المہیمن بخاری، نائب امیر سید محمد کفیل بخاری، سیکرٹری

جنرل عبداللطیف خالد چیمہ نے اپنی جماعت کی ماتحت شاخوں کو ہدایت کی ہے کہ وہ سیدنا عثمان غنیؓ کی وفات پر ان کو خراج عقیدت پیش کرنے کا اہتمام کریں۔ علاوہ ازیں تحریک تحفظ ختم نبوت، مجلس خدام صحابہؓ اور تحریک مدح صحابہؓ کے رہنماؤں نے کہا ہے کہ سیدنا عثمان غنیؓ نے مسجد نبوی ﷺ میں خون خرابے سے بچنے کے لیے آخری دم تک کوشش کی لیکن بلوائیوں نے انہیں شہید کر کے یہودی سازش کو تکمیل تک پہنچایا۔ انہوں نے کہا کہ سیدنا عثمان غنیؓ کی شہادت سے امت دو حصوں میں تقسیم ہوئی اور اس تقسیم نے انتشار و افتراق کو جنم دیا جو آج تک جاری ہے۔ انہوں نے کہا کہ حضرات صحابہ کرامؓ کی تعلیمات امت میں اتحاد و اتفاق کا باعث ہیں انہیں تعلیمات پر ہم عمل پیرا ہو کر دنیا و آخرت میں کامیاب و کامران ہو سکتے ہیں۔

لاہور (20 اگست) مجلس احرار اسلام پاکستان کے سیکرٹری جنرل عبداللطیف خالد چیمہ نے کہا ہے کہ لندن میں ہونے والے فراڈ ایوارڈ شو میں پاکستانی فنکاروں کی شرکت بے حد افسوس ناک ہے ایک ایسے وقت میں جب کہ بھارتی افواج مقبوضہ کشمیر میں مسلمانوں پر مظالم ڈھا رہی ہے اور پاک بھارت سرحد پر صورتحال انتہائی کشیدہ ہے جس پر ایک عام پاکستانی بھی سخت رنجیدہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ قادیانیوں کے اس ایوارڈ شو کے انعقاد سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اپنے دل میں مسلمانوں کا کتنا درد رکھتے ہیں قادیانی فراڈیا عطاء الحق پہلے بھی پاکستان اچیومنٹ پروگرام کے نام سے لوگوں سے پیسے بٹور چکا ہے۔ انہوں نے کہا کہ قادیانیوں کی ایسی حرکتیں پاکستان کی دنیا بھر میں بدنامی کا باعث بنتی ہیں پاکستانی فنکاروں اور اینکر پرسنز کو پاکستان دشمن قوتوں کے ایسے فراڈ شوز میں شرکت نہ کر کے اپنی حب الوطنی کا ثبوت دینا چاہیے قادیانی اول روز سے پاکستان کے وجود کو تسلیم کرنے سے انکاری ہیں اور وہ آج بھی اکھنڈ بھارت منصوبے کے حق میں ہیں۔ انہوں نے کہا کہ لندن کا پاکستانی سفارتخانہ قادیانیوں کی اسلام اور پاکستان دشمن سرگرمیوں کا سد باب کرنے میں بری طرح ناکام ہو چکا ہے بلکہ قادیانیت کے زہر کو پھیلانے میں ان کا ممد و معاون بنا ہوا ہے انہوں نے کہا کہ حکومت کی بنیادی ذمہ داری ہے کہ وہ بیرون ممالک قادیانی ریشہ دوانیوں اور قادیانیوں کے پاکستان دشمن پراپیگنڈے کے سد باب کے لیے مؤثر اقدامات اٹھائے۔

لاہور (20 اگست) خلیفہ سوئم برحق سیدنا حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کے حوالے سے ملک کے طول و عرض میں اجتماعات اور نشستوں کا اہتمام کیا گیا۔ مجلس احرار اسلام، تحریک تحفظ ختم نبوت، مجلس خدام صحابہ اور دیگر تنظیموں کے رہنماؤں نے سیدنا عثمان غنیؓ کے دور حکومت کو شاندار الفاظ میں خراج عقیدت پیش کیا اور کہا کہ انہوں نے خلافت کا حق ادا کر دیا۔ سیدنا عثمان غنیؓ کو یہودی و مجوسی سازش کے تحت بلوائیوں نے شہید کیا چالیس روز تک ان کا پانی بند رکھا لیکن انہوں نے نہ تو خلافت کی قمیض اتاری اور نہ ہی جوابی کاروائی کر کے خون خرابہ کیا۔ دینی رہنماؤں نے کہا کہ تمام کے تمام حضرات صحابہ کرامؓ جناب نبی کریم ﷺ کے ارشاد مبارک کے مطابق جنتی ہیں اور تنقید سے بالاتر ہیں ہمیں حضرات صحابہ کرامؓ کے نقش قدم پر چلنا چاہیے۔

لاہور (21 اگست) تحریک آزادی کے نامور سپوت، تحریک ختم نبوت کے قائد اور مجلس احرار اسلام کے بانی حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے 58 ویں یوم وصال پر ملک بھر میں یوم امیر شریعت منایا گیا اور یہ سلسلہ اگست کے آخر تک جاری رہے گا۔ مختلف دینی جماعتوں اور تنظیموں کے قائدین اور رہنماؤں نے سید عطاء اللہ شاہ بخاری کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا ہے کہ ہندوستان سے انگریز سامراج کے تاریک سناٹے والی سیاہ رات کو ختم کرنے کے لیے سید عطاء اللہ شاہ بخاری ان کے رفقاء احرار نے تن من دھن کی بازی لگا دی اور انگریز سامراج کو برصغیر چھوڑنے پر مجبور کر دیا، آج کے حالات میں پھر ایک سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی ضرورت ہے جو امریکن سامراج سے پنجہ آزمائی کرے اور استعماری قوتوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر

بات کرے تا کہ یہ ملک اسلام کا مرکز اور امن کا گہوارہ بن جائے۔ مجلس احرار اسلام پاکستان کے نائب امیر سید محمد کفیل بخاری، سیکرٹری جنرل عبداللطیف خالد چیمہ، ڈاکٹر محمد آصف، عاشق علی احرار اور دیگر مقررین نے جامعہ عثمانیہ مکی مسجد ابوایوب انصاری ٹاؤن قصور میں یوم امیر شریعت کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے جو قافلہ سخت جاں تیار کیا تھا، 1953ء میں تحریک ختم نبوت کی پاداش میں پابندی لگنے کے باوجود، آج پوری طرح میدان عمل میں ہے اور فتنہ قادیانیت کے استیصال تک تحریک ختم نبوت جاری وساری رکھنے کے لیے سرگرم عمل ہے۔ سید محمد کفیل بخاری نے کہا کہ ہمارا مقصد حیات قیام حکومت الٰہیہ کے سوا کچھ بھی نہیں، ہم اللہ کی مخلوق کو بندوں کی غلامی سے نکال کر ایک اللہ کی بندگی میں لانا چاہتے ہیں اور یہ سب کچھ قرآن وسنت کے نظام کے نفاذ کے بغیر ممکن نہیں۔ عبداللطیف خالد چیمہ نے کہا کہ سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور شہداء ختم نبوت کو خراج عقیدت پیش کرنے کا سب سے بہترین طریقہ یہ ہے کہ ہم آسمانی تعلیمات کے نفاذ کے علمبردار بن جائیں اور عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ ودفاع کے لیے اپنی جدوجہد کو آگے بڑھانے والے بن جائیں۔ انہوں نے کہا کہ کچھ قوتیں آئین سے فرار اور بغاوت اختیار کرنے والے قادیانی گروہ کو پرموٹ کر رہی ہیں۔ ہم خبردار کرنا چاہتے ہیں کہ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ اور قادیانی ریشہ دوانیوں کے حوالے سے آئین وقانون پر عمل درآمد کرایا جائے اور قادیانی جماعت کو خلاف قانون قرار دیا جائے۔ انہوں نے کہا کہ مسئلہ کشمیر کو قادیانیوں نے 1930ء سے خراب کیا ہے اور پاکستان بنتے وقت بھی ضلع گرداسپور کو 52 فیصد آبادی کے باوجود پاکستان میں رکھنے کی بجائے انڈیا میں باؤنڈری کمیشن کے ذریعے شامل کروایا جس کی وجہ سے پاکستان آج تک مشکل میں پھنسا ہوا ہے۔ اس موقع پر اعلان کیا گیا کہ لاہوری وقادیانی مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیئے جانے کے تاریخی دن کے حوالے سے 7 ستمبر کو ملک بھر میں ''یوم ختم نبوت'' جوش وخروش کے ساتھ منایا جائیگا، جبکہ امریکہ ویورپ میں بھی یوم ختم نبوت کی تقاریب منعقد ہوں گی۔

ٹوبہ ٹیک سنگھ (23 اگست) مجلس احرار اسلام ٹوبہ ٹیک سنگھ کے زیر اہتمام مرکز احرار جامع مسجد معاویہ میں اجتماع جمعہ میں امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کے 58 ویں یوم وصال کے موقع پر ان کی خدمات کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے قاری محمد اصغر عثمانی، حافظ محمد اسماعیل (امیر مجلس احرار ٹوبہ) نے کہا کہ حضرت امیر شریعت رحمہ اللہ نے احرار کے پلیٹ فارم سے قادیانیت کا بھرپور تعاقب کیا اور الحمدللہ آج بھی مجلس احرار دینی وسیاسی محاذ پر قادیانی سرگرمیوں پر کڑی نگاہ رکھے ہوئے ہے۔ انہوں نے کہا کہ عقیدہ ختم نبوت پر جان قربان کرنے کا عہد کر کے نکلے ہیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ کشمیر میں مظلوم مسلمانوں کے خون بے گناہی کی ذمہ داری حکومتی اداروں کے سر ہے جنہوں نے ستر سال سے کشمیروں کو اپنے حق خودارادیت کے حصول کا لالی پاپ دے رکھا تھا اور اچانک چند ٹکوں کے عوض قطعہ بہشت کا سودا کر دیا۔ ہم کشمیریوں کی آزادی کی تحریک کی مکمل حمایت کرتے ہیں۔

ملتان (24 اگست) مجلس احرار اسلام ملتان کے ذمہ داران کا خصوصی اجلاس بسلسلہ امیر شریعت سیمینار، دار بنی ھاشم میں امیر مجلس احرار اسلام ملتان مولانا محمد اکمل کی زیر صدارت منعقد ھوا۔ اجلاس میں 29 اگست بروز جمعرات بعد نماز مغرب، دار بنی ھاشم میں منعقدہ آل پارٹیز امیر شریعت سیمینار کے حوالے سے جائزہ لیا گیا اور سیمینار کو کامیاب بنانے کیلئے قائم کی گئی مختلف انتظامی کمیٹیوں سے رپورٹ لی گئی، اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے مولانا محمد اکمل نے کہا کہ نتائج اللہ رب العزت کے سپرد کر کے داعی کا کام حق دعوت کو حق طریقے سے پہنچانا ہے، مصائب سے گھبرا کر راہ حق سے فرار اختیار نہیں کیا جانا چاہیئے، انہوں نے کہا کہ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کا مفہوم ہے کہ جتنا مجھے ستایا اور پریشان کیا گیا اتنا کسی کو بھی نہیں، انکا کہنا تھا کہ راستے کی مشکلات دیکھ کر مشن نہیں چھوڑا جا سکتا۔ الحمدللہ مجلس احرار اسلام نے ہر دور میں دین اسلام اور وطن عزیز کیلئے اپنی پرامن آئینی وقانونی دائرہ کار میں رہتے ہوئے جاری رکھا ہے اور

آج بھی پر امن جدو جہد کے ساتھ میدان عمل میں ھے۔ مولانا سید عطاالمنان بخاری، مولانا اللہ بخش احرار، سعید احمد انصاری، مولانا مفتی محمد قاسم نے کہا کہ مجلس احرار اسلام دیگر دینی وسیاسی جماعتوں کے ہمراہ دینی وسیاسی جدو جہد میں اپنے حصے کا کام احسن انداز میں سرانجام دے رہی ہے، احرار وطن عزیز پاکستان کے اسلامی تشخص اور مقدس قوانین پر آنچ نہیں آنے دیں گے، قاری عبدالناصر صدیقی، ڈاکٹر عبدالغفور، عدنان ملک، عثمان یوسف، عدنان معاویہ نے کہا کہ حکومت اعلی عہدوں پر فائز قادیانیوں کی غیر آئینی وغیر قانونی سرگرمیوں کا نوٹس نہیں لے رہی جس کے باعث قادیانی اپنی سرگرمیوں کو جاری رجھے ھوئے ہیں، انہوں نے کہا کہ عطاء الحق قادیانی نے لندن میں ''پاکستان اچیومنٹ ایوارڈ'' کے نام سے جو تقریب منعقد کی اس میں پاکستانی فنکاروں اینکرز اور نام نہاد مجاہد ختم نبوت شیخ رشید کی شرکت انتہائی شرمناک اور افسوس ناک ہے، مجلس احرار اسلام ملتان کے سیکرٹری اطلاعات فرحان حقانی نے اجلاس کو سیمینار کے حوالے سے اب تک جو انتظامات کئے گئے ہیں ان کے حوالے بریف کیا اور بتایا کہ سیمینار میں احرار قائدین سمیت دیگر دینی وسیاسی جماعتوں کی نمائندہ شخصیات نے امیر شریعت سیمینار میں شرکت کی یقین دہانی کرواتے ھوئے کہا ہے کہ ہم تحریک آزادی اور تحریک تحفظ ختم نبوت میں قائدانہ اور مجاہدانہ کردار ادا کرنیوالے نامور سیاسی رہنماء اور عظیم مجاہد ختم نبوت مولانا سید عطاءاللہ شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ اور انکی جماعت مجلس احرار اسلام کی دینی وملی، سیاسی سماجی خدمات کا تذکرہ خیر کرنا اپنی سعادت سمجھتے ہیں اور ہم ہمیشہ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ اور دفاع کیلئے مجلس احرار اسلام کا ہر لحاظ سے ساتھ دیتے رہیں گے۔ اجلاس میں مقبوضہ کشمیر میں جاری بھارتی جارحیت کی پرزور مذمت کی گئی اور قرارداد کے ذریعے مطالبہ کیا گیا کہ وزیر اعظم، وزیر خارجہ، چیئر مین کشمید کمیٹی مسئلہ کشمیر کے پرامن حل کے لئے عالمی سطح پر سنجیدگی کے ساتھ جاندار اواز اٹھائیں اور مسئلہ کشمیر کو کشمیری عوام کی امنگوں کے مطابق حل کرانے میں اپنا کردار ادا کریں۔

لاہور (24 اگست) مجلس احرار اسلام پاکستان نے امریکہ کے سفیر برائے بین الاقوامی مذہبی آزادی سیموئل براؤن بیک کے پاکستان میں قادیانیوں سے امتیازی سلوک کے دعوے کو مسترد کر دیا ہے۔ براؤن بیک نے جمعرات کو سلامتی کونسل میں کہا تھا کہ پاکستان میں اقلیتیں بالخصوص احمدی تکلیف دہ صورتحال سے دوچار ہیں۔ علاوہ ازیں اس موقع پر برطانیہ کے وزیر مملکت برائے دفتر خارجہ لارڈ طارق احمد (قادیانی) نے بھی اقلیتوں کے حوالے سے پاکستان پر تنقید کی تھی۔ مجلس احرار اسلام پاکستان کے امیر سید عطاء المہیمن بخاری، جنرل سیکرٹری عبداللطیف خالد چیمہ اور سیکرٹری اطلاعات ڈاکٹر عمر فاروق احرار نے اپنے ردعمل کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان میں اقلیتوں کو مکمل آئینی تحفظ حاصل ہے اور تمام شہریوں کے حقوق کے تحفظ کا ایک منظم عدالتی اور انتظامی طریقۂ کار موجود ہے۔ اس لیے اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ سے متعلق پاکستان کو کسی دوسرے ملک کے مشورے کی ضرورت نہیں ہے۔ انہوں نے کہا کہ قادیانیوں کے ساتھ چونکہ بیرونی قوتوں کے مفادات وابستہ ہیں۔ اس لیے قادیانیوں کی مبینہ مظلومیت اور فرضی ایذا رسانی کا ڈھول پیٹ کر دنیا کی آنکھوں میں دھول جھونکی جارہی ہے جو دراصل پاکستان کو عالمی سطح پر بدنام کرنے کی منظم سازش کی ایک کڑی ہے۔ انہوں نے کہا کہ امریکہ وبرطانیہ کو دوسرے ممالک کے معاملات میں مداخلت کرنے کے بجائے اپنے ہاں اسلام فوبیا اور یہود مخالف جذبات میں اضافے کی وجوہات جاننے کے لیے اپنا محاسبہ کرنے کی ضرورت ہے۔ احرار رہنماؤں نے ایک پاکستانی این جی او ہیومن رائٹس فوکس پاکستان کے چیئر مین نوید والٹر کے اقوام متحدہ میں دیے گئے اس بیان کی بھی شدید مذمت کی کہ پاکستان میں قادیانیوں سے جانبدارانہ رویہ برتا جارہا ہے اور اقلیتوں کے انسانی حقوق پامال کیے جارہے ہیں۔ احرار رہنماؤں نے کہا کہ ایسے بے بنیاد الزامات اور اشتعال انگیز بیانات پاکستان کی بدنامی کا باعث ہیں۔ جس کا حکومت پاکستان کو فوری نوٹس لیتے ہوئے پاکستان کی پوزیشن واضح کرنی چاہیے اور ہیومن رائٹس فوکس پاکستان جیسی این جی اوز کے منہ میں لگام دینی چاہیے۔

مسافرانِ آخرت

☆ حضرت مولانا محمد طلحہ کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ: شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے اکلوتے فرزند و جانشین، حضرت مولانا محمد طلحہ کاندھلوی 10 ذی الحجہ 1440ھ، مطابق 12 ر اگست 2019ء کو انڈیا میں انتقال کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حضرت مولانا محمد طلحہ اپنے عظیم والد ماجد کی دینی و علمی روحانی نسبتوں کے امین تھے۔ دعوت و تبلیغ اور تربیت و اصلاح کے میدان اکابر اسلاف رحمہم اللہ کے منہج پر استقامت کے ساتھ عمل پیرا رہے۔ ہزاروں انسانوں کی زندگیوں کو دین و شریعت کے قالب میں ڈھالا اور سیکڑوں غیر مسلموں کو اسلام کے نورانی دائے میں لا کر عذابِ جہنم سے بچایا۔ تمام عمر درس و تدریس سے وابستہ رہے اور خدمتِ حدیث کے عظیم الشان کام میں مشغول رہے۔ غالباً 2016ء میں پاکستان تشریف لائے تو دارِ بنی ہاشم ملتان میں بھی تشریف آوری ہوئی۔ ابناءِ امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء المومن بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم سے ملاقات فرمائی۔ ان کے چہرے مہرے، وضع قطع اور گفتگو سے ایک ایسے انسان کا تصور ابھرتا کہ جن کا اوڑھنا بچھونا صرف اور صرف اسلام ہے۔ ہر موقع پر اور ہر عمل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ کا لحاظ و اہتمام ظاہر ہوتا تھا۔ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا کی مغفرت فرمائے، حسنات قبول فرمائے اور صالحین کے ساتھ جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ (آمین)

☆ ڈاکٹر عبدالحی چغتائی رحمۃ اللہ علیہ: کہروڑ پکا میں ہمارے قدیمی مہربان ڈاکٹر عبدالحی چغتائی 8 اگست 2019ء کو انتقال کر گئے۔ مرحوم، کہروڑ پکا کے قدیم احرار ''چغتائی'' خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ حضرت منشی محمد حسن چغتائی رحمہ اللہ (سابق امیر مجلس احرار اسلام پاکستان) کے خاندان سے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور حسنات کو قبول فرما کر جنت الفردوس عطا فرمائے۔

☆ حضرت مولانا حافظ محمد سعید نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ: مجلس احرار اسلام لاہور کے سرپرست حضرت مولانا حافظ محمد سعید نقشبندی 27 جولائی 2019ء کو لاہور میں انتقال کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ سلسلہ نقشبندیہ کے معروف بزرگ حضرت مولانا سید علاؤالدین رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفۂ مجاز اور حضرت مولانا حافظ ناصر الدین خاکوانی مدظلہٗ کے پیر بھائی تھے۔ ایک طویل عرصے سے جامع مسجد اتحاد کالونی لاہور کے امام و خطیب تھے۔ حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور دیگر اکابر احرار رحمہم اللہ سے بہت محبت و عقیدت رکھتے تھے۔ چند برس قبل دفتر مجلس احرار اسلام لاہور کے ماہان درس قرآن میں تشریف لائے تو مجلس احرار اسلام کا فارم رکنیت پر کر کے باقاعدہ جماعت میں شامل ہو گئے۔ لاہور میں منعقد ہونے والے اجتماعات احرار میں باقاعدہ شرکت فرماتے اور اپنی دعاؤں سے نوازتے۔ اللہ تعالیٰ حافظ صاحب رحمہ اللہ کی مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ مجلس احرار اسلام کے نائب امیر سید محمد کفیل بخاری نے محترم قاری محمد قاسم (ناظم احرار لاہور) کی معیت میں

حاضر ہوکر حافظ صاحب رحمہ اللہ کے لواحقین ومتوسلین سے اظہار تعزیت کیا۔

☆ حضرت مولانا عبدالغفار رحمۃ اللہ علیہ: مجلس احرار اسلام جھنگ کے امیر حضرت مولانا عبدالغفار رحمۃ اللہ علیہ 18 اگست 2019 بروز اتوار انتقال فرما گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

☆ مدرسہ ختمِ نبوّت، مسجد احرار چناب نگر کے منتظم مولانا محمود الحسن کے چچازاد بھائی کی اہلیہ مرحومہ، انتقال 9 اگست 2019

☆ بھائی محمد اقبال رحمہ اللہ: مجلس احرار اسلام چنیوٹ کے کارکن بھائی محمد اقبال، انتقال: 13 جولائی 2019۔ احرار کے ایک مخلص اور ایثار پیشہ کارکن تھے۔ مدرسہ ختمِ نبوّت مسجد احرار چناب نگر کے مستقل معاون تھے۔ 12 ربیع الاوّل کی سالانہ ختمِ نبوّت کانفرنس کے موقع پر کنٹین لگاتے اور شرکاء کی خدمت کرتے۔ مجلس احرار اسلام کے نائب امیر سید محمد کفیل بخاری نے مولانا محمود الحسن کے ہمراہ ان کے گھر جا کر تعزیت و دعاءِ مغفرت کی، اللہ تعالیٰ بھائی اقبال کی مغفرت فرمائے۔

☆ میاں محمد اویس کی خالہ محترمہ 7 اگست کو انتقال کر گئیں۔ سید محمد کفیل بخاری نے نماز جنازہ میں شرکت کی اور اظہار تعزیت کیا۔

☆ مجلس احرار اسلام کراچی کے نائب امیر مولانا عبدالغفور مظفر گڑھی کے ماموں جان عابد حسین سلاواں، (کوٹ ادو) 27 رجون جمعرات کو انتقال کر گئے جبکہ مولانا عبدالغفور مظفر گڑھی کے ہمشیرہ صاحبہ کراچی میں 23 راگست جمعۃ المبارک کو انتقال کر گئیں۔

☆ چیچہ وطنی کے مرکز احرار مسجد عثمانیہ کے معاون خصوصی حاجی عبدالقیوم کی والدہ محترمہ 20 راگست منگل کو انتقال کر گئیں۔

☆ دارالعلوم ختم نبوت چیچہ وطنی کے مدرس اور جماعت کے امور عامہ کے انچارج حافظ حبیب اللہ رشیدی کی بھابھی صاحبہ (ملکہ ہانس) 18 رجون کو انتقال کر گئیں جبکہ حافظ حبیب اللہ رشیدی کے بہنوئی محمد صادق چک نمبر 33SP (پاکپتن) 19 راگست کو انتقال کر گئے۔

دعاءِ صحت

- ★ قائد احرار، ابن امیر شریعت حضرت پیرجی سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم
- ★ حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند گرامی جناب خواجہ رشید احمد صاحب کئی برس سے قومہ کی حالت میں ہیں
- ★ لاہور کے بزرگ احرار کارکن چودھری محمد اکرام صاحب
- ★ مجلس احرار اسلام گڑھا موڑ کے بزرگ کارکن حافظ لیاقت شدید علیل ہیں
- ★ مجلس احرار اسلام ملتان کے قدیم کارکن محمد یعقوب خان خواجکزئی
- ★ چیچہ وطنی، پیرجی عبداللطیف رحمہ اللہ کے پوتے، پیرجی عبدالجلیل مدظلہٗ کے فرزند خلیل الرحمٰن علیل ہیں
- ★ حضرت مولانا محمد یسین رحمہ اللہ (سابق مہتمم جامعہ قاسم العلوم ملتان) کے فرزند حافظ محمد شعیب شدید علیل ہیں
- ★ مجلس احرار اسلام ڈیرہ غازی خان کے قدیم رکن بھائی رشید احمد
- ★ مجلس احرار اسلام ملتان کے ناظم مولانا عبدالقیوم

احباب وقارئین سے درخواست ہے کہ تمام مریضوں کی صحت یابی کے لیے دعا فرمائیں، اللہ تعالیٰ سب کو شفا کاملہ عطا فرمائے۔ آمین

7 ستمبر 1974ء کو پارلیمنٹ میں لاہوری وقادیانی مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیئے جانے کے تاریخی فیصلے کی یاد میں
تحفظ ختم نبوۃ کانفرنس
7 ستمبر 2019 ہفتہ بعد نماز مغرب
ایوان احرار C-69 نیو مسلم ٹاؤن
وحدت روڈ لاہور
سید عطاء المہیمن شاہ بخاری
فضل الرحیم اشرفی
محب النبی
زاہد الراشدی
ابوبکر علوی
نصیر احمد احرار
عبداللطیف خالد چیمہ
شیر محمد علوی
محمد حسن
محمد امجد خان
سید محمد کفیل شاہ بخاری
شعیب الرحمن
فداء الرحمن
محمد یوسف
عبدالشکور حقانی
محترم جناب
لیاقت بلوچ
نائب امیر جماعت اسلامی پاکستان
حضرت مولانا
سید عطاء اللہ شاہ ثالث بخاری
خطیب ملت
علامہ زبیر احمد ظہیر
امیر مرکزی جماعت اہلحدیث پاکستان
میاں
محمد عفان
حضرت مولانا
شیخ الحدیث عزیز الرحمن
محمد اسلم ندیم
محترم جناب
خواجہ عمران نذیر
محترم جناب
بیرسٹر عامر حسن
مرکزی رہنما پاکستان پیپلز پارٹی
محترم جناب
اعجاز چوہدری
مرکزی رہنما تحریک انصاف
محمد ماجد
محمد اویس
محمد لطیف
سراج الدین
محمد قاسم
ضیاء الحق قمر
علیم الدین شاکر
محمد یوسف
شاہد ہاشمی
افتخار احمد
مفتی عمر اعوان
محمد ایوب
ذکی اللہ کیفی
غلام حسین نعیمی
محمد نوید لاہوری
شفیع الرحمن
عبدالعزیز یوسف
منظور احمد
محمد قاسم چیمہ
عمر فاروق
تحفظ ختم نبوت
شعبہ تبلیغ
مجلس احرار اسلام لاہور
042-35912644
0300-4240910
0300-4037315

آیئے! اللہ تعالیٰ سے دعا کے ساتھ سود اور سودی قرض کے خلاف جنگ کا آغاز کریں!

ادائیگی قرض کی دعائیں

۱) ...... حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک غلام نے عرض کیا میں اپنے آقا کو رقم ادا کر کے جلدی آزادی چاہتا ہوں۔ آپ میری مدد فرمائیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں تجھے دو کلمے سکھلا دیتا ہوں جو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سکھلائے تھے۔ اگر تجھ پر پہاڑ کے برابر بھی قرض ہوگا اللہ تعالیٰ ادا کر دے گا۔ وہ کلمات یہ ہیں:

اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَاَغْنِنِیْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ۔

''الٰہی! حاجتیں پوری کر میری حلال روزی سے اور بچا حرام سے اور بے پروا کر دے مجھ کو اپنے فضل کے ساتھ اپنے ماسوا سے۔'' (مشکوٰۃ باب الدعوات فی الاوقات فصل دوم)

۲)...... حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص مقروض ہوگیا تھا۔ اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہیں وہ کلام سکھلا دیتا ہوں کہ اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ تیرا غم دور اور قرض ادا کر دے گا، صبح وشام یہ دعا پڑھا کرو:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْٓ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْھَمِّ وَالْحُزْنِ وَ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْکَسَلِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الْبُخْلِ وَالْجُبْنِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ غَلَبَةِ الدَّیْنِ وَقَھْرِ الرِّجَالِ۔

''اے اللہ! میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں فکر وغم سے اور آپ کی پناہ چاہتا ہوں ناتوانی اور سستی سے اور بچاؤ چاہتا ہوں آپکے ساتھ بخل اور بزدلی سے اور پناہ میں آتا ہوں آپ کی قرض کے غلبے اور لوگوں کے سخت دباؤ سے۔'' (مشکوٰۃ باب الدعوات فی الاوقات فصل دوم)

مرتبہ مولانا محمد امین مرحوم معلم اسلامیات، فیصل آباد